الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی وعلمی ترجمان

ماہنامہ

اشرفیہ

مبارک پور

اکتوبر 2021

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے
قابلِ فخر فرزند علامہ بدر القادری ہمارے درمیان نہ رہے

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

علامہ بدر القادری رحمہ اللہ، ہمارے ادارہ الجامعۃ الاشرفیہ کے ابنائے قدیم میں ایک نمایاں شناخت کے حامل تھے، لوح وقلم ان کا حسن وجمال تھا، تصنیف وتالیف ان کا محبوب مشغلہ تھا، فروغِ اسلام وسنیت کے لیے مسلسل جدوجہد ان کی عادت بن چکی تھی۔ یہی تڑپ، یہی جذبہ، یہی درد انھیں یورپ کی سرزمین پر لے گیا اور تبلیغِ دین کے لیے انھوں نے ہالینڈ کو مرکز بنایا اور آخری سانس تک وہیں قیام پزیر رہے۔ اور کل بتاریخ یکم صفر المظفر ۱۴۴۳ھ مطابق ۹ ستمبر ۲۰۲۱ء کو داعِ اجل کو لبیک کہا۔

علامہ بدر القادری مصباحی برادران کے لیے مشعلِ راہ تھے اور ان کی تحریریں، تقریریں، ان کی نظمیں آنے والی نسلوں بالخصوص فرزندانِ اشرفیہ کے لیے ہمیشہ محرک رہیں گی۔ الجامعۃ الاشرفیہ اور والد ماجد قبلہ حافظِ ملت سے غایت درجہ عقیدت ومحبت رکھتے، ہمیشہ مفید آراء ومشورے سے ادارہ کو نوازتے رہتے۔ فکرِ حافظِ ملت ہی کو خدمتِ دین کے حوالے سے اپنا آئیڈیل بنا رکھا تھا۔ حضور حافظِ ملت ہی کے بتائے ہوئے رہنما خطوط پر چل کر تبلیغ دن اسلام کا اہم فریضہ انجام دیا۔

دعا ہے مولا عزوجل ان کی دینی وملی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور انھیں اپنی رحمت ومغفرت کے برکات سے نوازے۔ پس ماندگان، اعزا واقارب اور ان کے مریدین ومتوسلین کو صبر وشکر کی توفیقات سے نوازے۔ آمین

شریکِ غم
عبد الحفیظ عفی عنہ

مبارک حسین مصباحی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

ربیع الاول 1443 | اکتوبر 2021 | جلد: 45..... شمارہ 10

مجلس ادارت

مدیر اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی

منیجر: محمد محبوب عزیزی

تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی

مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور عظم گڑھ یو۔ پی۔ ۲۷۶۴۰۴	**THE ASHRAFIA MONTHLY** Mubarakpur. Azamgarh (U.P.) India. 276404	قیمت عام شمارہ: 30 روپے سالانہ (بذریعہ سادہ ڈاک) 300 روپے سالانہ (بذریعہ رجسٹری) 600 روپے
چیک اور ڈرافٹ بنام ASHRAFIA MONTHLY بنوائیں	کوڈ نمبر 05462 دفتر ماہنامہ اشرفیہ 250149 الجامعۃ الاشرفیہ 250092 دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122	سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ 750 روپے دیگر بیرونی ممالک $25 امریکی ڈالر £20 پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

Email : ashrafiamonthly@gmail.com
mubarakmisbahi@gmail.com
info@aljamiatulashrafia.org

ASHRAFIA MONTHLY
A/c No. 3672174629
Central Bank Of India
Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس مصباحی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

نگارشات

اداریہ	عالمی داعی حضرت علامہ بدر القادری علیہ الرحمہ	مبارک حسین مصباحی	3
	تعزیات		
اظہارِ غم	عظیم سانحۂ ارتحال	علامہ عبدالحفیظ عزیزی	11
	قرآنیات		
تفہیمِ قرآن	ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے	مولانا حبیب اللہ بیگ ازہری	12
	تحقیقات		
علمی تحقیق	مصطفیٰ ﷺ کا علم، اختیار اور استغفار	علامہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ	16
	فقہیات		
آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں علماے دین؟	مفتی محمد نظام الدین رضوی	18
	نظریات		
فکر امروز	صالح اسلامی معاشرے کی تشکیل	مولانا بدر الدجیٰ رضوی مصباحی	21
	صوفیات		
بزم تصوف	حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کی چند تصانیف و ملفوظات (قسط:۳)	مبارک حسین مصباحی	25
	شخصیات		
انوار حیات	ناموس رسالت کے تحفظ میں مفتی ضیا احمد قادری کی قلم کاریاں	سید صابر حسین شاہ بخاری قادری	30
	بزمِ دانش		
فکر و نظر	سوشل میڈیا- فکر انگیز مباحث	محمد حیدر رضا مصباحی/وزیر احمد مصباحی	34
	ادبیات		
تعارف و تجزیہ	اوراد وجیہ، (اردو اور فارسی)	مبارک حسین مصباحی	42
نقد و نظر	لو جہاد حقیقت یا افسانہ	مفتی محمد اعظم مصباحی	49
خیابان حرم	منظومات	پیر سید نصیر الدین نصیر جیلانی گولڑوی علیہ الرحمہ/مہتاب پیامی	51
	وفیات		
سفر آخرت	فاضلِ اشرفیہ علامہ بدر القادری کا ہالینڈ میں وصال پر ملال		52
	مکتوبات		
صدائے بازگشت	بشارت علی صدیقی/محمد عبدالمبین نعمانی/طارق قمر		55
	سرگرمیاں		
خیر و خبر	عبادت خانوں اور تعلیمی اداروں کو کھولا جائے/عرس حضور فخر بہار		56

۷۸۶

عالمی داعی حضرت علامہ بدر القادری علیہ الرحمہ

کیا خبر تھی موت کا یہ حادثہ ہو جائے گا

مبارک حسین مصباحی

یکم صفر 1443ھ/9 ستمبر 2021ء، ایمسٹرڈم ہالینڈ میں حضرت علامہ بدر القادری علیہ الرحمہ کا وصال پر ملال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْن. اس اندوہ ناک خبر سے دنیا کے شناسا حلقوں میں صفِ ماتم بچھ گئی، اکابر و اصاغر دم بخود رہ گئے۔ مختلف ممالک میں قرآن عظیم کی تلاوتیں ہونے لگیں، درودیں پڑھی جانے لگیں، مدارس اور خانقاہوں میں ایصال ثواب ہونے لگے، عزیز المساجد جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں تعزیتی مجلس منعقد ہوئی، تلاوتیں ہوئیں، آپ کے تذکارِ خیر کے بعد ایصال ثواب کیا گیا۔

حضرت اعلیٰ استاذ، بلند پایہ شیخ طریقت، منفرد لب و لہجے کے نثر نگار اور اقبالی رنگ و آہنگ کے انقلابی شاعر تھے۔ آپ اچھے خطیب، سنجیدہ مفکر اور بین الاقوامی داعی تھے۔ آپ عہدِ شعور ہی سے صالح مزاج اور پابند شرع تھے۔ آپ کے مریدین اور وابستگان بھی صوم و صلاۃ کے پابند، متشرع اور اوراد و وظائف کے پابند ہیں۔ مریدین در اصل اپنے مرشدِ گرامی کے عملی سانچے میں ڈھلتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ خطبا کی پر جوش تقریریں وہ اثر نہیں رکھتیں جو ایک باعمل شیخ کے ہلکے سے اشارے سے عملی زندگی کی کایا پلٹ ہوتی ہے۔

تعلیم اور فراغت:

آپ کسی نام ور خانقاہ کے فردِ فرید نہیں تھے، بلکہ ایک متوسط اور صالح خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدائشی طور پر نیک بنایا تھا۔ آپ کی ولادت و باسعادت محلہ ملک پورہ [مرزا جمال پور] قصبہ گھوسی میں 25 اکتوبر 1950ء میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم و تربیت مقامی درس گاہوں میں ہوئی۔ جلالۃ العلم حضور حافظِ ملت علامہ شاہ عبد العزیز محدث مراد آبادی قدس سرہ کا شہرہ دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں آسمان کی بلندی پر تھا۔ جہانِ اہلِ سنت میں آپ کی شہرت و مقبولیت خوشبو کی طرح پھیل رہی تھی۔ قصبہ گھوسی اور مضافات کے بہت سے طلبہ دار العلوم اشرفیہ مبارک پور میں زیرِ تعلیم تھے۔ بعض فرزندانِ اشرفیہ فضل و کمال کے نیرِ تاباں ہو کر دین و سنیت کی زریں خدمات انجام دے رہے تھے۔ 11 برس کی عمر میں آپ بھی دار العلوم اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پور تشریف لائے اور بڑی محنت اور جاں فشانی سے حصولِ علم میں مصروف ہو گئے۔ ایک کامیاب طالب علم کی طرح آپ بھی باشعور، جفاکش اور اساتذۂ کرام کے حد درجہ ادب شناس تھے۔

آپ کے اساتذۂ کرام میں یکتائے روز گار شخصیات تھیں۔ حضور حافظِ ملت بانی الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور، نائب شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ، حضرت علامہ مفتی عبد المنان اعظمی، حضرت علامہ مظفر حسن ظفر ادیبی مبارک پوری، حضرت علامہ قاضی محمد شفیع اعظمی مبارک پوری، آبروے سیادت حضرت علامہ شاہ سید حامد اشرف کچھوچھوی بانی دار العلوم محمدیہ ممبئی، استاذ القرا حضرت مولانا قاری محمد یحیٰی مبارک پوری، حضرت سعدیِ وقت مولانا سید شمس الحق گجہڑوی علیہ الرحمہ۔

آپ کی فراغت 10 شعبان المعظم 1389ھ/23 اکتوبر 1969ء میں ہوئی۔ دستار فضیلت خوشیوں کا زریں موقع ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو باعمل فاضلِ جلیل بنایا۔ آپ نے اپنے فکر و عمل سے یہ ثابت کر دیا کہ بزرگوں اور اساتذۂ کرام کی پر سوز دعائیں رنگ لاتی ہیں۔

اکابر سے روحانی وابستگی:

آپ نے 23 جمادی الاخریٰ 1399ھ/جون 1989ء میں سرکار مفتیِ اعظم ہند قدس سرہ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل

کیا اور آپ کو خلافت و اجازت سے بھی سرفراز فرمایا گیا۔ دیگر بزرگوں میں شہزادۂ قطب مدینہ حضرت علامہ شاہ فضل الرحمٰن مدنی علیہ الرحمہ نے روایت اور درایت حدیث کی اجازت عطا فرمائی۔ فقیہ اعظم شارح بخاری حضرت علامہ شاہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ نے آپ کو قرآن کریم اور حدیث شریف کی اسناد عطا فرمائیں۔ اس کے بعد 2 جمادی الاولیٰ 1419ھ کو سلسلہ عالیہ قادریہ کی خلافت عطا فرمائی۔ حضرت رحمت الٰہی برق صدیقی نے 3 محرم الحرام 1403ھ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ نظامیہ کی خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔

اکابر و مشائخ کی یہ روحانی نوازشیں تھیں، زندگی کے قیمتی اوقات میں آپ نے تصوف و روحانیت میں خصوصی توجہ مبذول فرمائی، مغربی ممالک میں آپ کے روحانی دامن سے وابستہ حضرات کثیر ہیں اور عملی طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

حضور حافظ ملت اور اشرفیہ سے سچا لگاؤ:

جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے آپ کی قلبی وابستگی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور حافظِ ملت نور اللہ مرقدہ سے آپ عشق کی حد تک سچا لگاؤ رکھتے تھے، جہاں بھی تدریسی خدمات انجام دیتے یا امامت و خطابت کی ذمہ داریاں نبھاتے، حضور حافظ ملت سے مسلسل رابطہ ضرور رکھتے، 9 جون 1974ء کو سرکار حافظِ ملت کے حکم پر شعبۂ نشریات کے انچارج کی حیثیت سے آپ کو جامعہ اشرفیہ بلا لیا گیا۔ جامعہ اشرفیہ کی سنگ بنیاد کے موقع پر بھی آپ نے اپنی رفاقت کا حق ادا کر دیا تھا۔ تعلیمی کانفرنس 1972ء میں سارے انتظامات کی ذمہ داری حضور حافظ ملت نے حضرت علامہ ارشد القادری کے حوالے فرما دی تھی۔ علامہ ارشد القادری تحریر فرماتے ہیں:

> ”مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ کانفرنس کے ماسٹر پلان کے مطابق جب میں چونے کے نشان کے ذریعہ ایک میل میں پھیلے ہوئے وسیع میدان کو مختلف حصوں میں تقسیم کر رہا تھا کہ اچانک میرے کان میں ایک آواز آئی۔ ”حضرت مجھے نے بھی خدمت کا موقع مرحمت فرمائیے!!“ پلٹ کر دیکھا تو سامنے مولانا بدر القادری کھڑے تھے۔
>
> کہنے کے لیے میرے گرد و پیش بہت سارے فرزندان اشرفیہ موجود تھے لیکن اشتراک و رفاقت کے جذبے میں مولانا کی قلندرانہ پیش قدمی کا میرے دل پر بہت گہرا اثر پڑا۔ بلاشبہ یہ اقدام ان کی حاضر دماغی، ان کے اخلاص و سعادت مندی اور ان کے شعور و احساس کی لطافت کا ایک شفاف آئینہ تھا، جس کے اندر ان کے تابناک مستقبل کی تصویر صف جھلک رہی تھی۔ کسی بھی صحت مند قیادت کے لیے وقت کا تقاضا سمجھنا اتنی اہم و بنیادی شرط ہے کہ اس کے بغیر قائد کا تصور ہی ناممکن ہے۔
>
> تعلیمی کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں جب مولانا بدر القادری نے حافظ ملت کے عظیم منصوبے کے تعارف میں اپنی ایک نظم پڑھی جس کا پہلا بند تھا: ”**یہ کون اٹھا ہند شمالی کی زمیں سے**“ تو میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، میں سکتے کے عالم میں سوچتا رہ گیا کہ مولانا بدر القادری کے قالب میں کہیں اقبال کی روح تو نہیں حلول کر گئی ہے۔ بالکل اقبال کی ترکیبیں، اقبال کی فکر اور اقبال کی زبان!!
>
> حسنِ اتفاق کے نتیجے میں کسی چیز کے ساتھ جزوی مطابقت قطعاً کوئی حیرت انگیز چیز نہیں ہے، لیکن اتنی بھرپور مطابقت کہ کسی چیز پر دوسری چیز کا گمان ہونے لگے، قطعاً ایک حیرت انگیز بات ہے۔“

یہ کسی معمولی شخصیت کے چند جملے نہیں بلکہ جہاں دیدہ، قائدِ دین و ملت، فکر بردوش نگارشات کے تاج دار کے ارشادات ہیں۔ شخصیت شناسی میں آپ اپنی مثال آپ تھے۔

آپ نے ”اشرفیہ کا ماضی اور حال“ پر گراں قدر کتاب تحریر فرمائی، یہ زریں مرقع اشرفیہ کی تاریخ پر پہلی دستاویز ہے، جو 1975ء میں شائع ہو کر منظرِ عام پر آئی۔

ماہ نامہ اشرفیہ جامعہ اشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان فروری 1976ء میں جاری ہوا۔ بلا شبہہ یہ بفیض حضور حافظ ملت تھا، مگر اس میں ساری کاوشیں آپ نے فرمائی تھیں، آپ ہی اس کے سب سے پہلے مدیرِ اعلیٰ تھے۔

حضرت علامہ بدر القادری علیہ الرحمہ حضور حافظ ملت قدس سرہٗ کے وصال کی غم انگیز خبر سینۂ قرطاس پر رقم فرماتے ہیں:

”گھوسی میں بہن کی شادی کے بعد 29 مئی 1976ء کو مبارک پور حاضر ہوا۔ حضرت کی دست بوسی کے بعد ہمشیرہ کی شادی کے تمام مراحل خیر و خوبی کے ساتھ گزر جانے کی خبر سنائی، جس پر حضرت نے خدا کا شکر ادا کیا۔ معًا ارشاد فرمایا کہ میرے وطن بھوج پور میں لوگ [بڑے حافظ جی)میرے والد گرامی حافظ محمد نور صاحب (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا عرس کر رہے ہیں جس میں آپ کو جانا ہے، ان لوگوں کے ہمراہ چلے جائیے (اشارہ حافظ عبد الرشید صاحب، حضور حافظ ملت کے بھائی اور جیلانی بھائی حضور کے خلفِ اصغر عبد القادر جیلانی صاحب کی طرف تھا)۔ 30 مئی کی صبح کو ہم لوگ روانہ ہو کر نو بجے کی ٹرین سے شاہ گنج پہنچے۔ تین بجے وہاں سے مراد آباد کے لیے ٹرین ملی، الغرض بھوج پور دوسرے روز تقریبًا ۵ر بجے صبح پہنچے۔

بھوج پور میں حضرت کی خیریت پوچھنے والوں کا تانتا بندھ گیا۔ 31 مئی 1976ء بعدِ عشا جلسہ کی کارروائی شروع ہوگئی۔ میں حضرت کے دولت کدہ کے مغربی بیٹھک کے سامنے چارپائی پر لیٹا ہوا ہوں لیکن نیند نہیں آ رہی تھی۔ ساڑھے دس بج چکے تھے، وضو کر کے اسٹیج کی طرف چلا، مجمع میں بھی عجیب بے کیفی تھی۔ ساڑھے بارہ بجے تقریر شروع ہوئی، طبیعت پر نہایت جبر کر کے بولتا رہا، اخیر حصۂ تقریر صرف حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ کی شخصیت اور کارناموں سے متعلق تھا، مگر اخیر تک وہی بے لطفی، بے کیفی اور اداسی پورے اجلاس پر طاری رہی، قمقمے روشن تھے، مگر ان کی روشنی میں بھی کسی تاریکی کا احساس موجود تھا اور شاید ایسا بے کیف اجلاس میری زندگی کا پہلا ہی تھا۔ جلسے کے بعد تقریبًا ڈھائی بجے رات تک حضرت ہی کا ذکر رہا۔

بھوج پور سے صبح کی ٹرین سے مبارک پور واپسی کا ارادہ تھا، مگر عبد القادر جیلانی بھائی اور واصف بھائی (حضرت حافظ ملت کے داماد) نے روک لیا۔ سہ پہر کو بھوج پور سے نکلا، مراد آباد سے حضرت کے لیے کچھ سامان اور دوا لے کر کاشی وشوناتھ ٹرین پکڑنے کے لیے جنکشن پر آیا، بمشکل کھڑے ہونے کی جگہ ملی، رام پور میں گاڑی رکی اور جب وہاں سے چلنے کے لیے گاڑی اسٹارٹ ہوئی تو جیلانی بھائی بیگ لیے ہوئے نظر آئے۔ انھوں نے کہا میں بھی چلوں گا۔ میں نے سمجھا شاید بریلی یا کسی اور جگہ کاروباری سلسلے میں جانا ہو رہا ہوگا، لہٰذا ان سے پوچھا کہاں تک جائیں گے، جہاں تک آپ جائیں گے، پھر ٹرین میں داخل ہوتے ہوئے کہا: بدر بھائی افسوس ہم یتیم ہوگئے ابا جی کا انتقال ہوگیا۔ (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ) آپ کی روانگی کے فوراً بعد تار ملا ہے، افسوس ہمارا سب کچھ لٹ گیا، برباد ہوگیا، یا اللہ! بالکل ناقابلِ یقین خبر۔ میری قوتِ یقین نے جھٹکا، چند لمحہ بعد تیز رفتار ٹرین ہمیں مبارک پور سے قریب کر رہی تھی۔ لیکن کیا واقعی؟ جس شخصیت کے فیضان کرم نے مبارک پور کو مبارک پور بنا دیا۔ آج اپنی بساط زندگی سمیٹ کر ہم سے جدا ہوگئی، جس کے دم قدم کی برکت کا یہ حال کہ بقول حضرت محدث کچھوچھوی علیہ الرحمہ:

”کاغذی، دنیا میں اور قانون کے اعتبار سے مبارک پور کا ضلع اعظم گڑھ ہے، مگر مذہبی اور دینی حیثیت سے اعظم گڑھ کا ضلع مبارک پور ہے“ **اور جو خود صرف مدرس ہی نہیں بلکہ تعلیم و تربیت کے لحاظ سے عظیم مدرسہ تھا**، اپنی ساری فیض رسانیوں کا دروازہ بند کر کے راہیِ ملکِ عدم ہوگیا۔

هوا وہ انجمن سے آج رخصت — جو اپنی ذات میں خود انجمن تھا
آج رخصت جہاں سے داغ ہوا — خانۂ عشق بے چراغ ہوا

حافظِ ملت نمبر: پونے چھ سو صفحات پر مشتمل یہ ایک وقیع نمبر ہے۔ اس میں حضور حافظ ملت قدس سرہٗ کے اکابر، معاصرین، تلامذہ، مریدین اور متوسلین کی تحریری یادیں ہیں۔ بعد میں پھر آپ نے ”حیات حافظِ ملت“ نو سو بیس صفحات پر مرتب فرمائی۔ آپ بلند پایہ شاعر ہیں۔ آپ نے حضور حافظِ ملت کے زریں مناقب اور تاریخ اشرفیہ پر انقلابی نظمیں بھی بھرپور تحریر فرمائیں۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ حضرت علامہ بدر القادری نے اپنے استاذ گرامی اور مادرِ علمی کا بڑی حد تک حق ادا فرما دیا ہے۔ آپ جب اپنے خطابات میں دلکش انداز میں ”آقائے نعمت حضور حافظ ملت“ فرماتے تھے ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سامعین کے دلوں کی دھڑکنوں پر قبضہ فرما لیتے تھے۔ چند برس قبل آپ سرکار حضور حافظ ملت نور اللہ

مرقدہ کے عرس کے موقع پر تشریف لائے تھے، آپ نے حضور حافظ ملت اور تاریخ اشرفیہ پر سامعین کے قلوب کو منور فرما دیا تھا۔ بار بار فرماتے تھے، یہ واقعہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اور آپ میں سے بھی کچھ حضرات کو یاد ہو گا۔ خیر تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

ہالینڈ کا سفر اور دعوتی خدمات:

7 اگست 1977ء میں بریڈ فورڈ انگلینڈ میں ورلڈ اسلامک مشن کی دوسری عالمی کانفرنس کے موقع پر آپ نے ایک وقیع پیغام ارسال کیا تھا۔ یہ پیغام ماہ نامہ اشرفیہ اکتوبر 1977 میں شائع ہو چکا ہے۔ یہی پیغام آپ کے ہالینڈ جانے کا سبب بنا"صدر العلما حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ "**الرحیل**" میں "تعارف " کے عنوان سے تحریر فرماتے ہیں۔

> "7 اگست 1977ء بریڈ فورڈ انگلینڈ میں ورلڈ اسلامک مشن کی دوسری عالمی کانفرنس کے موقع پر ارسال کردہ پیغام (مطبوعہ ماہ نامہ اشرفیہ اکتوبر 1977ء، ص:2 تا 5) در اصل مولانا کے سفر ہالینڈ کا سبب بنا۔ اس کانفرنس میں الجمعیۃ الاسلامیہ ہالینڈ کا وفد بھی شریک تھا۔ جس نے کانفرنس کے دوران علامہ قمر الزماں اعظمی سے مولانا کا تعارف حاصل کیا اور ہالینڈ آنے کی دعوت دی، جس کے نتیجے میں 20 جولائی 1978ء کو نیدر لینڈ اسلامک سوسائٹی امسٹرڈم میں انھوں نے مشیر دینیات کی حیثیت سے ذمہ داری سنبھالی اور اس ملک میں اشاعتِ اسلام اور تبلیغ دین کا کام شروع کیا۔
>
> **وائس آف اسلام:** جولائی 1980ء میں انٹر نیشنل سہ ماہی میگزین وائس آف اسلام، انگلش اردو، نیدر لینڈ زبانوں میں جاری کیا، جو تنظیمی امور کے بعض اختلافات کے باعث جاری نہ رہ سکا، اس کا اردو ایڈیشن دو سال تک متواتر جاری رہا تا آں کہ تنظیم NIS نے خود ہی اسے بند کرنے کا فیصلہ کر دیا۔
>
> مولانا میگزین کے اجرا تک مدیر مسئول کی جملہ ذمہ داریوں پر بحسن و خوبی کار فرما رہے، اس دوران مولانا کے دو مذہبی رسالے بھی شائع ہوئے۔[یہ رسالے فلسفۂ قربانی اور زمین پر اللہ کا گھر]"(الرحیل، ص:10)"

حضرت مولانا بدر القادری فطری طور پر تعمیری اور انقلابی شخصیت تھے، لگ بھگ تین سو غیر مسلم آپ کے دست مبارک پر اسلام قبول کر چکے ہیں۔ ان تمام نو مسلمین کی فہرست NIS میں محفوظ ہے، ہالینڈ اور گرد و نواح میں آپ کی مساعی جمیلہ سے تین اسلامی تنظیمیں قائم ہوئیں۔

(1) اسلامک سینٹر نیدر لینڈ (2) انوار القرآن روٹرڈم کال آف اسلام (3) تنظیم العلما ہالینڈ۔

جن کے اغراض و مقاصد "مساجد، مدارس اسلامیہ، دار القضا اور خانقاہیں قائم کرنا، ڈچ زبان میں اسلامی علمی رسالہ جاری کرنا، قرآن و حدیث کے پیغامات عام کرنا اور عامل بنانا"ہیں۔

ہالینڈ میں موصوف کی آمد سے پیش تر ہالینڈ، فرانس اور بیلجیم وغیرہ میں مسلمانوں کے پاس کوئی مستقل اوقات صلاۃ چارٹ نہ تھا اور نہ ہی رویتِ ہلال کا باقاعدہ شرعی طور پر کوئی اہتمام تھا۔ کثرت رائے پر نمازِ عید الفطر و عید الاضحیٰ ادا کی جاتی تھی، مگر موصوف نے مستقل اوقات صلاۃ اور مکروہات اوقات کے چارٹ کا اہتمام کیا اور رویت ہلال کے معاملہ میں مسئلۂ شرعیہ پر عمل کرنے کی تحریک چلائی اور لوگوں کو عمل پر آمادہ کیا۔

1996ء سے 1999ء تک "سرینام" جیسے غیر اسلامی، آزاد، مغرب زدہ اور عریانیت پسند ملک میں نماز، روزہ، قرآن و حدیث اور سیرت نبوی کی تعلیم عام کی اور جشن عید میلاد النبی ﷺ منانے کا رواج دیا، ساتھ ہی ساتھ بے راہ روی کی زندگی گزارنے والوں کو آداب اسلامی اور معمولات اہل سنت سے آراستہ کیا۔

نثر و نظم کی دنیا میں حیرت انگیز کارنامے:

آپ عظیم مفکر اور دانش ور تھے، شیریں بیانی اور معنیٰ خیزی آپ کی نگارشات کا طرۂ امتیاز ہے۔ آپ نے مختلف ممالک کے دعوتی دورے

فرمائے، بہت سی عالمی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت فرمائی، آپ نے اکثر ممالک کے سفرنامے اپنی وقیع کتاب "جادہ و منزل" میں جمع فرما دیے ہیں۔ شائق حضرات اس کا مطالعہ کرسکتے ہیں۔ آپ کی نثر نگاری میں لفظوں کا بانکپن، اسلوب کی طرح داری، جذبوں کی اٹھان، جامعیت اور فکر انگیزی خوب ہوتی ہے۔ آپ نے زمانے کے احوال کو اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا ہے، مثل مشہور ہے، شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ موضوعات میں تنوع ہوتا ہے، عام طور پر علمائے کرام جو سوچنے سے قاصر رہتے ہیں، آپ ان گوشوں پر باضابطہ تحریر فرمادیتے ہیں۔ آپ کے اندر نازک خیالی اور حس لطیف کی فراوانی ہے۔ تفصیل کا موقع نہیں، ہم ذیل میں آپ کی نثری کتب کی اختر شماری کرتے ہیں۔

نثری کتب:

(1)-تذکرہ غازی حضرت سید سالار مسعود غازی مطبوعہ 1973 (2)اسلام اور امن عالم (مطبوعہ 1989ء) (3)- مسلمان اور ہندوستان۔(4)- یورپ اور اسلام۔(5)-حیات حافظ ملت (مطبوعہ 2008ء)۔(6)-اسلام اور خمینی مذہب (مطبوعہ 1994ء)۔(7)-ختم نبوت اور قادیانیت۔ (8)-سنیت کی آئینی حیثیت۔ (9)-جادہ منزل (مطبوعہ 1990ء)۔ (10)-اشرفیہ کا ماضی اور حال (مطبوعہ 1975ء)۔(11)- بزم اولیا (مطبوعہ 1996ء) یہ امام عبد اللہ ابن اسعد یافعی رحمہ اللہ تعالی کی عربی کتاب "روض الریاحین فی حکایات الصالحین" کا اردو ترجمہ، اولیائے کرام کے حالات وواقعات پر مشتمل ہے۔(12)-فلسفۂ قربانی (مطبوعہ 1981ء)۔(14)-زمین پر اللہ کا گھر۔(13)-عورت اسلام میں (یہ کتاب حضرت نے ہمارے عقد نکاح منعقدہ 19 اکتوبر 1990ء کی مناسبت سے تحریر فرمائی تھی۔) وغیرہ۔

مقالات ومضامین:

آپ کے وقیع اور گراں قدر مقالات ومضامین ہندوپاک کے جرائد ورسائل میں شائع ہوئے ہیں، ان کی تعداد بھی کثیر ہے، ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور اور وائس آف اسلام انٹرنیشنل سہ ماہی میگزین ہالینڈ کے اداریے۔ ان تمام مضامین، مقالات اور اداریوں کو کوئی اہلِ محبت جمع فرما دے تو متعدّد کتب کا علمی دنیا میں اضافہ ہوگا۔ ہوسکتا ہے اس رخ پر بھی کام ہوا ہو، مگر راقم سطور کے علم میں نہیں۔ چند مضامین کے عنوانات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

(1)-طرابلس کی اسلامی عالمی کانفرنس۔(2)-اشاعتِ اسلام میں علمائے اہلِ سنت کا کردار۔(3)-اسلام میں عظمتِ انسانی کا تصور (4)-یہ انقلاب اسلامی ہے یا سلطانی۔(5)-فقر وغنا کا اسلامی تجزیہ۔(6)-یہ جور وستم کب تک۔(7)شہر دولر اور اسلامی نقطۂ نظر۔(8)قرآن کی صدیقی وعثمانی تدوین اور حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہم۔ وغیرہ

شعر وسخن کے مرقعات:

شعر گوئی کی ابتدا زمانہ طالب علمی (1964ء) سے ہی ہوگئی تھی۔ تدریجاً اس میں ترقی ہی ہوتی رہی حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ تعالی علیہ آپ کے اشعار کے بارے میں فرماتے: "**یہ شاعری نہیں بلکہ حدیثِ رسول کا خلاصہ ہے**" آپ کی قلمی سحر نگاری سے مندرجہ ذیل مجموعے، منظر عام پر آئے۔

اشکِ خوں (انقلابی نظموں کا مجموعہ، مطبوعہ 1969)۔(2)-قم باذن اللہ۔(یہ انقلابی وسوانحی نظموں اور مناقب پر مشتمل ہے)۔(3)-الرحیل، مطبوعہ 1986ء۔(4)-حریمِ شوق، مطبوعہ 1996ء۔(5)-مناجاتِ بدر۔(6)-قطعاتِ بدر، مطبوعہ 1995ء۔(7)-جمیل الشیم، مطبوعہ 1990ء۔(8)بادۂ حجاز، مطبوعہ 1989ء۔(9)بابِ جبریل۔(10)-تحفۂ حرمین۔(11)-شاخ سدرہ۔(12)-کسک۔ غزلیات۔

نعوت میں رضا بریلوی کے فکری عکوس:

آپ کے شاعرانہ فکر وفن میں دو قد آور شخصیات کا حیرت انگیز اثر ہے۔ شاعر مشرق ڈاکٹر اقبال اور عاشقِ رسول صلی اللہ تعالی علیہ وسلم امام احمد رضا محدث بریلوی۔ نعتوں میں فکر رضا کا رنگ نمایاں ہے اور نظموں میں ڈاکٹر اقبال کی وسیع النظری اور آفاقی فکر کے اثرات بھرپور ہیں۔ یہ الگ بات کہ جب شاعر متعدّد شخصیات کا اثر قبول کرتا ہے اور اس کی اپنی فکر بھی ہوتی ہے، پھر یہ مشترکہ فکر اس کے وجودِ ناز سے مترشح ہوتی ہے، ہم یہ نہیں لکھتے کہ ہم نے جو سمجھا ہے یہی حرفِ آخر ہے، مگر عام طور پر دیکھا یہی جاتا ہے۔

اب ہم بات کریں گے امام نعت گویاں امام احمد رضا کی، بلا شبہہ آپ عظیم مجدد اور مفکر تھے، آپ کی کثیر تصانیف اس کی گواہ ہیں، مگر حیات اور کاروبارِ حیات کے ہر رخ پر عشقِ مصطفیٰ ﷺ چھایا رہتا ہے، یہی حال ہمیں شاعر محترم علامہ بدر القادری کی حیات اور کاروبار حیات میں نظر آتا ہے۔ آپ کی زندگی و بندگی اور تحریر و تقریر اور شاعرانہ موشگافیوں میں مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ کی سوزشِ عشق چھائی رہتی ہے۔ آپ نے رضا بریلوی کی نعتوں پر تضمینیں بھی خوب کہی ہیں۔

امام احمد رضا کی شخصیت و فکر کی علمی آفاقیت اور فقہی جامعیت سے کون واقف نہیں، حضرت علامہ بدر القادری نے ان کی خدمات، افکار اور کارناموں کے حوالے سے نثر و نظم بہت کچھ تحریر فرمایا ہے۔ اپنے مخصوص لب و لہجے میں آپ نے متعدّد منقبتیں بھی رقم کی ہیں۔ لفظوں کے بانکپن اور معنوی جامعیت سے لبریز ہیں۔ انھیں جس رخ سے بھی دیکھیے آنکھیں پر نور اور قلوب مسرور ہوتے ہیں، تفصیل سے گریز کرتے ہوئے ہم اس کے دو بند نقل کرتے ہیں:

اے بریلی! تجھ میں ہے وہ رازدارِ جامِ جم   فیضِ باطن عام جس کا صورتِ ابرِ کرم
بک گئے کتنے شیوخ الہند کے ملی بھرم   جس کی قیمت بن سکی دنیا نہ، واحد تھا قلم
بالیقیں تو اک رضائے احمدِ مختار ہے
جو ترا دشمن ہے وہ اسلام کا غدار ہے

کیا کرے کوئی تری علمی بصیرت پر کلام   وقت کے سمان و رازی، عصر کے ابن ہمام
تو محدث، تو مفسر، رشکِ علمِ خاص و عام   ساقیِ بزمِ مدینہ سے ملا ہے تجھ کو جام
تجھ پہ انعامِ الٰہی تجھ پہ فضلِ مصطفےٰ
عالمِ اسلام نے مانا ہے تجھ کو مقتدا

نارِ دوزخ کو چمن کر دے بہارِ عارض
ظلمتِ حشر کو دن کر دے نہارِ عارض

امام احمد رضا ہی کے مطلع کے مصرع اول سے لفظ "بہارِ عارض" مستعار لے کر نعت کا عنوان رکھا ہے "بہارِ عارض" ان کے ابیات پر تین مصرعے لگا کر مخمس کیا ہے۔ مطلع کا بند ملاحظہ کیجیے۔

اللہ اللہ یہ رتبہ وقارِ عارض   چشمِ کونین ہے وا بہرِ نثارِ عارض
نارِ دوزخ کو چمن کر دے بہارِ عارض   اپنا اعجاز دکھائے جو نگارِ عارض
ظلمتِ حشر کو دن کر دے نہارِ عارض

شاعر مشرق کا رنگ و آہنگ:

اب ہم داستان چھیڑتے ہیں شاعرِ مشرق علامہ اقبال سے اثر پزیری کی۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کم از کم مصباحی برادران میں ہمیں کوئی دوسری شخصیت ایسی نظر نہیں آتی، جو علامہ اقبال کے رنگ و آہنگ میں اتنا ڈوبا ہوا ہو۔ بات صرف افکار کی نہیں، بلکہ لفظوں کے انتخاب، جملوں کی نشست، مترادفات میں سے کون سا لفظ کہاں مناسب ہوگا، موثر فکروں کی سلیقے سے ترسیل، سوچوں میں آفاقیت، لہجوں میں معنیٰ آفرینیاں، درد و سوز بھرا انداز، اشارات و کنایات میں اقبالی نستعلیقیت، موضوعات میں شاعر مشرق جیسا تنوع، فصاحت و بلاغت کے وہی رموز اسرار، یہ باتیں ہم پہلی بار نہیں کر رہے ہیں، اس سے قبل بھی ہم لکھ چکے ہیں۔ ہمیں جانے دیجیے، ہماری حیثیت ہی کیا ہے، آپ کے اکابر اور مشائخ بھی اس سچائی کو محسوس کرتے تھے، حضور حافظ ملت نور اللہ مرقدہ بھی آپ کی شاعری سے بہت متاثر تھے، علامہ ارشد القادری جیسا رئیس القلم اور قائدِ اہلِ سنت نے آپ کی کتاب الرحیل پر جو جاندار مقدمہ سینۂ قرطاس پر ابھارا ہے اس کا لہجہ بھی ان حقائق کا پر زور اعلان کر رہا ہے۔

ہمارے پیشِ نظر آپ کا اولین شعری مجموعہ ہے "الرحیل"، اس میں "**مناجات**" کے عنوان سے ایک نظم ہے، چند اشعار دیکھیے:

میرے مالک، مرے معبود، مرے پالنہار ... درد مندوں کی دوا، سارے جہاں کے غمخوار
تیری تنویر ہے پیشانیِ انجم سے عیاں ... ہے مہ و مہر سے ظاہر تری عظمت کا نشاں
تو گر چاہے تو قطرے کو سمندر کر دے ... ذرۂ خاک کو خورشید سے برتر کر دے
بازوے خستہ کو فولاد کی قوت دے دے ... مردِ مسلم کو کچھ احساس کی دولت دے دے
یہ سمجھ جائے کہ ایمان کی وقعت کیا ہے ... کون سی چیز ہے اخلاق، محبت کیا ہے

نورِ حق سے دلِ مسلم کو فروزاں کر دے
یا خدا پھر سے مسلماں کو مسلماں کر دے

"**نکبت**" کے عنوان سے ایک جان دار نظم ہے یہ غیرتِ ملی کے سوز و ساز سے لبریز ہے اس نظم کا یہ رخ بھی دیکھیے۔

اے قومِ مسلماں! ترے سطوت کا ستارا ... تاریکیِ کونین ہوئی جس سے دو پارا
اغیار کے ہاتھوں ہے ترا خنجرِ وحدت ... دشمن نے تجھے تیرے ہی ہتھیار سے مارا
ساحل کی تمنا ہے تو موجوں سے خطر کیا ... نادان! ہے امواج کے دامن میں کنارا
ہے شیخِ حرم پیرِ کلیسا کا مقلد ... معدوم ہوا غیرتِ ملی کا شرارا
آج اپنی ہی زلفوں کے خم و پیچ میں گم ہے ... جس قوم نے گیسوے تمدن کو سنوارا
ایسا کوئی غازی نظر آتا نہیں مجھ کو ... کاں باز بیارد بنظر تیر قضا را
گم ہو گیا مغرب کی سیہ بخت گھٹا میں ... تہذیب حجازی کا درخشندہ ستارا

غرناطہ و اسپین را اقبال بزارد
بدر ارض فلسطین و مقامات ہدارا

"**عربک یونیورسٹی کے طلبہ سے**" اس عنوان سے جو نظم کہی ہے جی چاہتا ہے بار بار پڑھتے رہیے، اس کے صرف دو بند ملاحظہ فرمائیے۔

یہ خانقاہ و مسجد و محراب و مدارس ... سب تیرے ہیں لیکن نہیں بس یہ تری دنیا
اسلام ہے کل عالمِ اسباب کا مذہب ... میدانِ عمل میں تو نکل اور یہ بتلا

ایثار و توکل کی ردا تجھ کو بہت ہے ... بستر ہے ترا فقر کی بوسیدہ چٹائی
کر ناز، تو ان خاک نشینوں کا ہے وارث ... کرتے تھے سلاطینِ جہاں جن کی گدائی

"**استغاثہ**" کے عنوان سے زائرینِ طیبہ سے عرضِ مدعا کیا۔

سوے طیبہ جا رہا ہے کاروانِ اہلِ شوق ... حسرتیں کرنے لگیں اشکِ تاسف سے وضو
دل جلا، آنکھیں دھلیں، تر ہو گئے دامان و جیب ... ٹوٹتے ہیں آج صبر و ضبط کے سارے رفو

"**حافظ ملت**" کے نام جو انقلابی اور درد بھری نظم لکھی ہے، ایسا لگتا ہے آپ کے نوکِ قلم پر اقبالی فکر اتر آئی تھی، انھیں جیسا الفاظ کا برتاؤ، لہجے میں انھیں کا نشیب و فراز، فکروں میں اقبالی آفاقیت۔ حضرت نے یہ نظم تعلیمی کانفرنس جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں خود پیش فرمائی تھی۔ اسی دوران دلوں کے آفاق پر حضور حافظِ ملت سے جنونِ عشق کے بادل اٹھنے لگے تھے۔ حدِ نظر مجمع پر آپ کی شاعرانہ عظمتوں کی دھوم مچ گئی تھی۔ ہم بلا تبصرہ چند بند نقل کرتے ہیں۔

یہ کون اٹھا ہندِ شمالی کی زمیں سے — علم اور حقائق کی سنبھالے ہوئے قندیل
سدرہ کے مکینوں سے سنا بدر نے اک راز — ہونے کو ہے اب آرزوے شوق کی تکمیل

ایثار کی پاپوش ہے اخلاص کا جامہ — بے نفسیِ کردار کا ہاتھوں میں عصا ہے
تابندہ جبیں پر یہ تقدس کی لکیریں — کہتی ہے صداقت کہ کوئی مردِ خدا ہے

لپٹی ہوئی سر سے کوئی دستار نہیں ہے — ناداں! سرِ احساس پہ اک کوہِ گراں ہے
اے سر تری لمعانیِ فیضان کے صدقے — اس ملک کے ہر گوشے میں تو نور فشاں ہے

ہے عالمِ ملکوت میں اک رشک کا عالم — کس پیکرِ خاکی کی فرشتوں میں ہے شہرت
اے اہلِ زمیں کر دو خبر اہلِ فلک کو — کہتے ہیں اسی ذات کو ہم حافظِ ملت

اب کچھ باتیں اپنی:

پیکرِ اخلاص و وفا حضرت علامہ بدر القادری علیہ الرحمۃ والرضوان علیہ الرحمہ احقر مبارک حسین مصباحی عفی عنہ سے بڑا پیار فرماتے تھے۔ متعدّد بار آپ کے گرامی نامے بھی راقم کے نام آئے ہیں جو ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور میں شائع ہو چکے ہیں۔ مبارک پور جامعہ اشرفیہ تشریف لاتے تو احقر آپ سے شرفِ نیاز ضرور حاصل کرتا، مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ایک بار برکاتی کالونی میں غریب خانے پر قدم رنجہ بھی فرمایا۔ ما حضر تناول فرما کر ڈھیر ساری دعاؤں سے نوازا تھا، ایک دفعہ آپ انڈیا میں آچکے تھے، حسنِ اتفاق ادارہ تحقیقات حافظ ملت کے زیر اہتمام جامعہ اشرفیہ میں **"حافظ ملت سیمینار"** تھا۔ ہم نے رابطہ کیا اور آپ تشریف لے آئے۔ اپنے خطاب میں آپ نے سرکار حضور حافظ ملت اور دار العلوم اشرفیہ مبارک پور کے تعلق سے بڑی قیمتی باتیں ارشاد فرمائیں۔ عرس حافظ ملت سے ایک روز قبل برکاتی کالونی مبارک پور میں ہماری والدہ ماجدہ کا وصال پر ملال ہو گیا، اسی دن نمازِ جنازہ اور تدفین ہوئی۔ آپ نے بھی نماز اور تدفین میں شریک ہو کر دعاے مغفرت فرمائی۔

آپ نیک سیرت اور، بلند کردار اور اخلاقِ کریمانہ کے پیکرِ جمیل تھے۔ علمی موضوعات پر گفتگو بھی بڑی شیریں بیانی سے فرماتے۔ ایک بار آپ نے ہمیں اپنے ادارے مدرسہ رضویہ بڑا بازار قصبہ گھوسی میں مدعو فرمایا تھا۔ جلسہ میں کچھ عرض کرنے کا شرف بھی حاصل کیا تھا۔ دو بار صرف آپ سے شرفِ نیاز حاصل کرنے کے لیے بھی ہم آپ کی قیام گاہ پر حاضر ہوئے۔ المجمع المصباحی مبارک پور نے 96 کتابیں شائع کرنے کا شرف حاصل کیا ہے۔ ان میں ایک ضخیم کتاب شرح صحیح مسلم مکمل سات جلدوں میں ہے۔ علامہ بدر القادری جامعہ اشرفیہ میں جلوہ گر تھے، ذکر آ گیا اس اہم شرح کا، ہم نے عرض کیا کہ یہ کتاب المجمع المصباحی سے مکمل شائع ہو چکی ہے، سن کر مسرت و شادمانی کا اظہار فرمایا۔ ہم نے مکمل سیٹ آپ کو ادب سے پیش کیا، آپ نے قیمت دریافت فرمائی تو حضرت مفتی زاہد علی سلامی اور احقر نے عرض کیا کہ حضور یہ آپ کی نذر ہیں۔ حضرت نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا، اچھا، ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو خوب جزاؤں سے سرفراز فرمائے۔ عرصۂ دراز کی بات ہے ہم نے آپ کی شخصیت و فکر، نثر نگاری اور شعر و سخن پر طویل تحریر سپردِ قلم کی تھی، وہ تحریر ہم نے اس کے اصل مقام پر پہنچا بھی دی تھی، مگر افسوس وہ کہیں غائب ہو گئی۔ آپ کی شخصیت گوناگوں اوصاف و کمالات کی حامل تھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

آپ کی نمازِ جنازہ ہالینڈ میں 10 ستمبر 2021ء میں ہوئی۔ اس کے بعد اپنے وطن محلہ ملک پورہ، بڑا بازار، قصبہ گھوسی، ضلع مئو آپ کو لایا گیا۔ مدرسہ رضویہ بدر العلوم میں نمازِ جنازہ 16 ستمبر 2021 کو ہوئی اور اسی مدرسہ میں تدفین عمل میں آئی۔ یہ ایک انتہائی غم کا موقع ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں مولا تعالیٰ آپ کے اہلِ خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے، دیگر حضرات کو بھی صبر و شکر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

*****

عظیم سانحۂ ارتحال

از: عزیزِ ملت حضرت علامہ **عبدالحفیظ عزیزی**، سربراہِ اعلیٰ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے قابلِ فخر فرزند علامہ بدر القادری ہمارے درمیان نہ رہے

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ

علامہ بدر القادری رحمہ اللہ، ہمارے ادارہ الجامعۃ الاشرفیہ کے ابنائے قدیم میں ایک نمایاں شناخت کے حامل تھے، لوح و قلم ان کا حسن و جمال تھا، تصنیف و تالیف ان کا محبوب مشغلہ تھا، فروغِ اسلام و سنیت کے لیے مسلسل جد و جہد ان کی عادت بن چکی تھی۔ یہی تڑپ، یہی جذبہ، یہی درد انھیں یورپ کی سرزمین پر لے گیا اور تبلیغِ دین کے لیے انھوں نے ہالینڈ کو مرکز بنایا اور آخری سانس تک وہیں قیام پزیر رہے۔ اور کل بتاریخ یکم صفر المظفر 1443ھ مطابق 9 ستمبر 2021ء کو داعِ اجل کو لبیک کہا۔

علامہ بدر القادری مصباحی برادران کے لیے مشعلِ راہ تھے اور ان کی تحریریں، تقریریں، ان کی نظمیں آنے والی نسلوں بالخصوص فرزندانِ اشرفیہ کے لیے ہمیشہ محرک رہیں گی۔ الجامعۃ الاشرفیہ اور والد ماجد قبلہ حافظِ ملت علیہ الرحمہ سے غایت درجہ عقیدت و محبت رکھتے، ہمیشہ مفید آراء و مشورے سے ادارہ کو نوازتے رہتے۔ فکرِ حافظِ ملت ہی کو خدمتِ دین کے حوالے سے اپنا آئیڈیل بنا رکھا تھا۔ حضور حافظِ ملت ہی کے بتائے ہوئے رہنما خطوط پر چل کر تبلیغِ دین اسلام کا اہم فریضہ انجام دیا۔

دعا ہے مولا عزوجل ان کی دینی و ملی خدمات کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور انھیں اپنی رحمت و مغفرت کے برکات سے نوازے۔ پس ماندگان، اعزا و اقارب اور ان کے مریدین و متوسلین کو صبر و شکر کی توفیقات سے نوازے۔ آمین

شریکِ غم

عبدالحفیظ عزیزی

سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، یوپی

2 صفر المظفر 1443ھ

10 ستمبر 2021

جمعہ

تفہیم قرآن

ہر شے اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے

مولانا محمد حبیب اللہ بیگ ازہری

کیا شان ہے پروردگار عالم کی! سب اسی کی بندگی کرتے ہیں، سب اسی کے حضور سر نیاز خم کرتے ہیں، سب اسی کے سامنے دست سوال پھیلاتے ہیں، سب اسی کے آگے دامن طلب بچھاتے ہیں، سب اسی کی حمد و ثنا کرتے ہیں، سب اسی کی عظمت و کبریائی بیان کرتے ہیں، سب اسی کی تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہیں۔ بھلا اس حقیقت سے کسے انکار ہو سکتا ہے کہ انبیا و رسل، حور و ملک، عرش و کرسی، لوح و قلم، زمین و آسمان، چاند و سورج، فلک بوس پہاڑ، موجزن سمندر، لق و دق صحرا، لہلہاتے باغات، سرسبز و شاداب وادیاں غرضے کہ کائنات کی ہر شی اسی خدائے وحدہ لاشریک تسبیح بیان کرتی ہے، ارشاد باری ہے:

يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ [سورۂ حشر:24]

آسمان و زمین کی ہر شی اسی کی تسبیح بیان کرتی ہے۔

ہر شی اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے، قرآن کریم نے اس حقیقت کو بار بار ذکر کیا، اور مختلف طریقوں سے ذکر کیا، کہیں شروع سورت میں ذکر کیا، اور کہیں درمیان سورت میں، کہیں صیغۂ ماضی سے ذکر کیا اور کہیں صیغہ مضارع سے، کہیں فرمایا: يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ، اور کہیں فرمایا: يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔

قرآن کریم میں ایک ہی مفہوم کو متعدّد مقامات پر اور مختلف طریقوں پہ ذکر کرنے کا مقصد تفنن طبع یا تلذذ محض نہیں ہوتا، بلکہ اس تنوع و تکرار کے پیچھے بعض ایسے ناقابل انکار حقائق پوشیدہ ہوتے ہیں جہاں تک عام عقول کی رسائی نہیں ہوتی، زبان و ادب کے ماہرین قرآن کریم کے منفرد المثال اسلوب پہ غور کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

۱- عربی زبان میں مَنْ ذوی العقول کے لیے آتا ہے، اور مَا غیر ذوی العقول کے لیے، تسبیح کے باب میں کہیں مَنْ اور کہیں مَا کو ذکر کرنا اس بات کی طرف مشعر ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک کی تسبیح صرف جن و انس اور حور و ملک ہی نہیں کرتے، بلکہ کائنات کا ذرہ ذرہ اسی کی تسبیح اور پاکی کرتا ہے۔

۲- سَبَّحَ فعل ماضی ہے، اور يُسَبِّحُ فعل مضارع، ماضی گزشتہ زمانے پر، اور مضارع موجودہ یا آئندہ زمانے پر دلالت کرتا ہے، تسبیح کے بیان میں کہیں ماضی اور کہیں مضارع کا ذکر اس بات پر بین دلیل ہے کہ اللہ کی تسبیح ماضی میں بھی ہوتی رہی ہے، حال میں بھی ہو رہی ہے، اور مستقبل میں بھی ہوتی رہے گی، بلفظ دیگر یوں کہا جا سکتا ہے کہ صبح ازل سے لے کر شام ابد تک کوئی ایسا لمحہ نہیں ہے جس میں اس خدائے وحدہ لاشریک کی تسبیح اور پاکی بیان نہ ہوتی ہو، ہر آن اسی کی تسبیح اور پاکی بیان ہوتی ہے اور ہوتی ہی رہے گی۔

۳- کسی بھی ذات پر مصدر کا حمل درست نہیں، ہاں اگر مبالغہ مقصود ہو تو درست ہے، مثلاً کسی کو معلم کہنا درست ہے، لیکن تعلیم کہنا درست نہیں، ہاں اگر کوئی شخص شب و روز تعلیمی کاموں میں مصروف رہتا ہو تو بطور مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ فلاں شخص سراپا تعلیم ہے، بالکل یہی حال خدائے وحدہ لاشریک کی تسبیح کا ہے کہ قرآن کریم میں جہاں اللہ وحدہ لاشریک کی تسبیح کے لیے ماضی، مضارع اور امر کے صیغے وارد ہوئے ہیں وہیں مصدر یعنی کلمہ سبحان بھی وارد ہوا ہے، اور مختلف صورتوں میں وارد ہوا ہے، کہیں سُبْحٰنَهٗ، کہیں سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ، کہیں سُبْحٰنَ رَبِّكَ، اور کہیں سُبْحٰنَ الَّذِیْ۔ تسبیح کے باب میں ماضی اور مضارع کے ساتھ مصدر کا ذکر اس بات پر واضح دلیل ہے کہ اس خدائے وحدہ لاشریک کی تسبیح زمان و مکان کی پابند نہیں، کیوں کہ اللہ کی تسبیح اس وقت بھی ہوتی رہی جب زمان و مکان نہیں تھے اور اس وقت بھی ہوتی رہے گی جب زمان و مکان ختم ہو جائیں گے۔ اسی لیے ہم اپنے رب کو سبوح کہتے ہیں جس کے معنی ہیں: ایسی ذات جس کی خوب تسبیح اور پاکی بیان کی جائے۔

طور پر ہی نہیں موقوف اجالا تیرا
کون سے گھر میں نہیں جلوۂ زیبا تیرا
ہیں ترے نام سے آبادی و صحرا آباد
شہر میں ذکر ترا دشت میں چرچا تیرا

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

انگلیاں کانوں میں دے دے کے سنا کرتے ہیں
خلوت دل میں عجب شور ہے برپا تیرا
مولانا حسن رضا بریلوی

تسبیح کا معنی اور طریقۂ استعمال:

تسبیح کے سلسلے میں تفصیلی گفتگو سے پہلے تسبیح کے معنی و مفہوم سے آگاہی ضروری ہے، تسبیح، سبح سے مشتق ہے، تیراکی کو عربی میں سباحت کہتے ہیں، زمین میں دور تک چلے جانے کو سبح في الأرض سے تعبیر کرتے ہیں، قرآن کریم نے تیز رفتار فرشتوں کی قسم اٹھائی، اور فرمایا: وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا۔ [سورۂ نازعات:3]

یعنی تیز رفتار فرشتوں کی قسم۔

مخصوص مدارات میں گردش کرنے والے ستاروں اور سیاروں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ۔ [سورۂ یٰس:40]

یعنی سب ایک مخصوص مدار میں دوڑ رہے ہیں۔

ان تمام آیات و امثال سے واضح ہو جاتا ہے کہ سبح کے اصل معنی میں حرکت و رفتار کا مفہوم پایا جاتا ہے، جس کے لیے دوری اور علاحدگی ضروری ہے، یہی معنی تسبیح میں بھی مضمر ہوتا ہے، کیوں کہ جب ہم تسبیح بیان کرتے ہیں تو اللہ کے لیے ہر عیب و نقص سے پاکی کا اثبات کرتے ہیں، اور اسے بالکل منزہ اور مبرا بتاتے ہیں۔ لسان العرب میں ہے:

التَّسبيح: التنزيه، وسبحان الله معناه تنزيهاً لله من الصاحبة والولد، وقيل: تنزيه الله تعالى عن كل ما لا ينبغي له أن يوصف. [مطلب مادۂ سبح]

یعنی تسبیح کا معنی ہے: پاکی بیان کرنا، جب ہم سبحان اللہ کہتے ہیں تو گویا یہ کہتے ہیں اللہ رب العزت آبا و اجداد، اولاد و احفاد، اصول و فروع، عیوب و نقائص اور حدوث و امکان سے پاک ہے، بلکہ ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کے شایان شان نہیں۔

تسبیح کا حقیقی معنی تنزیہ یعنی پاکی بیان کرنا ہے، لیکن بسا اوقات دوسرے مجازی معانی میں بھی بولا جاتا ہے، سیاق و سباق کے اعتبار سے ان معانی کی تعیین ہوتی ہے، الوجوہ والنظائر میں ہے کہ قرآن پاک میں تسبیح سات معانی کے لیے آیا ہے، جن میں دو اہم معانی یہ ہیں:

1- نماز، جیسے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا۔ [سورۂ احزاب، 33/41-42]

یعنی اے ایمان والو! اللہ کو کثرت سے یاد کرو، اور صبح و شام اسی کی پاکی بیان کرو، یعنی نماز ادا کرو۔

2- توبہ و استغفار کرنا، جیسے: قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ۔ [سورۂ قلم:28]

ان میں سب سے درست رائے رکھنے والے نے کہا: کیا میں نے تم سے نہیں کہا کہ اس ارادے سے توبہ کرو، اور اپنے رب کے حضور استغفار کرو۔

تسبیح کا فعل متعدّی ہے، یہ فعل اپنے مفعول کی جانب براہ راست متعدّی ہوتا ہے، اور کبھی لام اختصاص کے ساتھ بھی متعدّی ہوتا ہے، قرآن کریم میں دونوں کی مثالیں موجود ہیں۔ براہ راست تعدیہ کی مثال یہ آیت ہے:

وَاَشْرِكْهُ فِيْۤ اَمْرِيْ ۝ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا۔ [سورۂ طٰہٰ:32-33]

اور اسے میرا شریک کار بنا دے، تاکہ ہم تیری بھرپور تسبیح کریں۔

اور لام اختصاص کے ساتھ تعدیہ کی مثال یہ آیت ہے:

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۔

[سورۂ حدید:1]

آسمانوں اور زمین کی ہر شی اللہ کی تسبیح بیان کرتی ہے، اور وہی غالب حکمت والا ہے۔

مواقع تسبیح: سبحان اللہ اردو زبان میں کلمۂ تحسین ہے، اسی لیے جب کوئی بات پسند آتی ہے تو لوگ سبحان اللہ کہتے ہیں، اور یہی کلمہ عربی زبان میں استعجاب کے لیے بولا جاتا ہے، اسی لیے جب کوئی حیرت انگیز واقعہ پیش آتا ہے تو اہل عرب بطور تعجب سبحان اللہ کہتے ہیں اور کبھی شروع میں ندا برائے تعجب کا اضافہ کر کے یا سبحان اللہ کہتے ہیں۔ قرآن کریم میں لفظ سبحان تنزیہ کے لیے آیا ہے، اور درج ذیل مواقع کے لیے آیا ہے:

1- اللہ رب العزت کی ذات سے اولاد کی نفی کے لیے آیا ہے، مثلاً فرمایا: وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ۔ [سورۂ انبیا:26]

اور کافروں نے کہا: رحمن نے اولاد بنا لیے، اللہ کے لیے پاکی ہے اس بات سے کہ وہ کسی کو اولاد بنائے، اور فرشتے اولاد نہیں، بلکہ اس کے معزز بندے ہیں۔

3- اللہ رب العزت کی ذات سے شریک کی نفی کے لیے آیا ہے، مثلاً فرمایا:

اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ۔

[سورۂ طور:43]

کیا اللہ کے سوا ان کا کوئی اور معبود ہے، اللہ ان کے شرک سے پاک ہے۔

3- ہر طرح کے عجز و نقص سے نفی کے لیے بھی لفظ سبحان ذکر کیا گیا ہے، مثلاً فرمایا:

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ [سورۂ انبیا:22]

اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو ان میں فساد برپا ہو جاتا، عرش کے مالک اللہ کے لیے ان باتوں سے پاکی ہے جو یہ بتاتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مواقع ہیں جن میں سُبْحٰنَ اللّٰهِ اور سُبْحٰنَهٗ وغیرہ کلمات تنزیہ وارد ہوئے ہیں۔

تسبیح کے اوقات:

اللہ رب العزت نے تسبیح کا حکم دیا، اور مخصوص اوقات میں تسبیح کی تاکید کی، قرآن کریم نے تسبیح کے لیے جو اوقات مقرر کیے وہ یہ ہیں۔

1- کھڑے ہونے کے وقت تسبیح بیان کی جائے، فرمایا:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ۔ [سورۂ طور:۴۸]

یعنی کھڑے ہوتے وقت تسبیح بیان کرو۔

اس آیت کے مطابق نماز کے لیے کھڑے ہونے کے وقت، مجلس برخواست کرنے کے وقت، نیند سے بیدار ہونے کے وقت اور رات میں تہجد کے لیے بیدار ہونے کے وقت تسبیح بیان کی جائے۔ بلکہ مطلقاً قیام کے وقت بھی اللہ کی تسبیح بیان کی جائے گی۔

2- رات میں اور فجر کے وقت اللہ کی تسبیح بیان کی جائے۔ فرمایا:

وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ۔ [سورۂ طور:49]

یعنی رات کے کسی حصے میں اس کی تسبیح بیان کرو، اور ستاروں کے ڈوب جانے بعد اس کی پاکی بیان کرو، یعنی نماز فجر ادا کرو۔

اسی طرح ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا.

[سورۂ انسان:26]

یعنی رات کو اس کے حضور سجدہ کرو، اور دیر تک اس کی تسبیح و تقدیس بیان کرو۔

ان دونوں آیات میں تسبیح سے مراد حمد و ثنا ہے، یا پھر نماز ہے، اور اگر نماز مراد ہے تو رات کی تسبیح سے مغرب و عشا کی نمازیں مراد ہوں گی، اور ستاروں کے ڈوبنے کے بعد کی تسبیح سے فجر کی نماز مراد ہوگی۔

۳- صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کی جائے، فرمایا:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ۔ [سورۂ غافر:55]

یعنی صبح و شام اپنے رب کی تعریف و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح بیان کرو۔ اور ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝۳۹ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ۔ [سورۂ ق:40]

یعنی طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے اپنے رب کی پاکی بیان کرو، رات میں اور نمازوں کے بعد اس کی تسبیح بیان کرو۔

اسی کے مثل ایک اور مقام پر فرمایا:

وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى۔ [طٰہٰ:130]

طلوع آفتاب اور غروب آفتاب سے پہلے اس کی پاکی بیان کرو، رات کے مختلف حصوں میں اور دن کے کناروں میں اس کی تسبیح بیان کرو، اس امید پر تم راضی ہو جاؤ۔

ان کے علاوہ دوسری بہت سی آیتوں میں صبح و شام تسبیح کا ذکر ہے، اس طرح کی آیتوں میں تسبیح کے معنی و مفہوم کے سلسلے میں علمائے تفسیر کے دو موقف ہیں۔

ایک یہ کہ ان آیات میں تسبیح سے مراد نماز ہے، صبح اور طلوع آفتاب سے پہلے کی تسبیح سے نماز فجر مراد ہے، شام اور غروب آفتاب سے پہلے کی تسبیح سے نماز ظہر و عصر مراد ہے، اور رات کی تسبیح سے مغرب و عشا مراد ہے۔

دوسرا موقف یہ ہے کہ ان آیات میں لفظ تسبیح اپنے عموم پر باقی ہے، کیوں کھڑے ہونا، بیٹھنے کے بعد اٹھنا، نیند سے بیدار ہونا اور دیگر حرکات و سکنات اللہ کی مشیت اور اس کی مدد کے بغیر ممکن نہیں، لہٰذا

ایسے مواقع پر کلمات شکر بصورت تسبیح زبان سے ادا کیے جائیں۔اسی طرح طلوع آفتاب، غروب آفتاب اور ستاروں کے ڈھلنے کے اوقات اللہ رب العزت کی عظیم ترین نشانیوں میں سے ہیں، لہٰذا ان مظاہر قدرت کی جلوہ گری کے وقت اللہ کی حمد و ثنا اور اس کی تسبیح و تقدیس بیان کی جائے گی۔

ان دونوں اقوال میں تطبیق کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ جن آیات میں اوقات نماز میں تسبیح کا ذکر ہے وہاں تسبیح سے مراد نماز اور ذکر ہے، اور جن آیات میں اوقات نماز کے علاوہ میں تسبیح کا ذکر ہے، یا نماز کی صراحت کے بعد تسبیح کا ذکر ہے وہاں تسبیح سے مراد تحمید و تقدیس ہے۔

4-5- رکوع و سجود میں تسبیح بیان کی جائے، تفسیر در منثور میں سورۂ اعلیٰ کی پہلی آیت کی تفسیر میں ہے کہ امام احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ، ابن منذر اور ابن مردویہ نے حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ جب سورۂ واقعہ کی آیت: فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ۔ نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا: اجعلوها في ركوعكم۔یعنی اسے رکوع میں پڑھو، اور جب سورۂ اعلیٰ کی آیت: سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى. نازل ہوئی تو فرمایا: اجعلوها في سجودكم۔یعنی اسے سجدے میں پڑھو، اسی لیے رکوع میں سبحان ربي العظيم پڑھتے ہیں اور سجدے میں سبحان ربي الأعلى پڑھتے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات و آثار میں تسبیح و تہلیل کے مخصوص اوقات بیان کیے گئے ہیں، ان اوقات پر غائرانہ نظر ڈالنے کے بعد یہی نتیجہ سامنے آتا ہے کہ بندوں پر لازم اور ضروری ہے کہ ہمہ وقت اللہ کی تسبیح و تقدیس اور اس کی عظمت و کبریائی بیان کرتے رہیں اور ایک لمحے کے لیے بھی اس کی یاد سے غافل نہ ہوں۔

تسبیح کے صیغے: قرآن کریم میں تسبیح کا بکثرت ذکر ہے، احادیث مبارکہ میں تسبیح کے فضائل اور تسبیح کے مختلف طریقے بیان کیے گئے ہیں، ہم یہاں بعض کلمات تسبیح نقل کرتے ہیں اور ان کے فضائل بیان کرتے ہیں۔

1- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمے زبان پر ہلکے، میزان عمل پر بھاری، اور اللہ کو بہت زیادہ پسند ہیں، اور وہ دو کلمات یہ ہیں: سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم۔(بخاری و مسلم: باب فضل التسبیح)

2- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی روزانہ سو بار سبحان الله وبحمده پڑھے اس کے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے اگرچہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہوں۔(بخاری و مسلم: باب فضل التسبیح)

3- مسلم شریف کی ایک دوسری روایت میں انھیں سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی صبح و شام سبحان الله وبحمده سو سو بار پڑھے قیامت کے دن اس سے زیادہ بہتر عمل کسی کا نہیں ہوگا، مگر یہ کہ کوئی یہی عمل کرے یا اس میں اضافہ کرے۔

4- حضرت مصعب بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرمایا کہ مجھ سے میرے والد نے حدیث بیان کی، اور کہا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے، تو آپ نے فرمایا: کیا میں کوئی اس بات کی طاقت نہیں رکھتا کہ روزانہ ہزار نیکیاں کمائے، ایک سائل نے پوچھا کہ ہم کیسے ہزار نیکیاں کما سکتے ہیں؟ فرمایا:

يُسَبِّحُ مِائَةَ تَسْبِيحَةٍ فَيُكْتَبُ لَهُ أَلْفُ حَسَنَةٍ أَوْ يُحَطُّ عَنْهُ أَلْفُ خَطِيئَةٍ (صحیح مسلم، باب فضل التسبیح)

یعنی روزانہ سو بار تسبیح کرو، تو ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی، یا پھر ہزار گناہ معاف ہو جائیں گے۔

تسبیح کے حوالے سے اس تمہیدی گفتگو کے بعد اب آیئے قرآن کریم کی طرف رجوع کرتے ہیں اور یہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں کہ آسمان و زمین کی وسعتوں میں پھیلی ہوئی مخلوقات اور مقربان بارگاہ کس طرح اللہ کی تسبیح اور پاکی بیان کرتے ہیں۔

انبیاے کرام کی تسبیح: انبیاے کرام اللہ کے محبوب و مقرب بندے ہوتے ہیں، ہمہ وقت اللہ کی حمد و ثنا اور اسی کی تسبیح و تقدیس میں مصروف ہوتے ہیں، کوئی حیرت انگیز واقعہ پیش آتا ہے تو اللہ کی تسبیح کرتے ہیں، مصیبتوں کا سامنا ہوتا ہے تو اللہ کی تسبیح کرتے ہیں، خوشی ہو یا غم ہمہ وقت اللہ کی تسبیح ان کی مبارک زبانوں پہ جاری رہتی ہے، شاید اسی تسبیح کی برکت تھی کہ وہ ہر مشکل گھڑی میں ثابت قدم رہے، ہزاروں مصیبتیں آئیں لیکن ان کے پاے ثبات میں ذرہ برابر لغزش نہیں ہوئی، تسبیح کے حوالے سے انبیاے کرام کا طرز عمل یہ تھا کہ وہ خود بھی تسبیح کرتے تھے اور اپنی امت کو بھی تسبیح و تہلیل کا پابند بناتے تھے، قرآن پاک کی متعدد آیتیں اس حقیقت کی توثیق کرتی ہیں۔

(جاری)-----------------------

علمی تحقیق

مصطفےٰ ﷺ کا علم، اختیار اور استغفار

چند شبہات اور ان کا ازالہ

سید احمد سعید کاظمی امروہی

منافق عبد اللہ بن اُبی کے لیے نبی کریم ﷺ کا استغفار فرمانا، قمیص مبارک عطا فرمانا، لعابِ دہن دینا قرآن عظیم کے خلاف ہے، اس سے مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ کے علم و اختیار کی نفی ہوتی ہے، محقق اہلِ سنت حضرت علامہ سید شاہ احمد سعید کاظمی امروہوی قدس سرہٗ نے دلائل و شواہد کی تیز روشنی میں تمام شبہات کا ازالہ فرمادیا ہے۔ پڑھیے اور آقا ﷺ کے علم اور اختیار کے جلوے دیکھیے۔

از: احقر **مبارک حسین مصباحی**

بخدمتِ اقدس حضرت سیدی و مولائی محدث اعظم قبلہ شاہ صاحب ادام اللہ تعالیٰ ظلہم العالی، سلام مسنون، مدت سے ایک خلش دل میں رکھتا ہوں، اس کا براہِ کرم ازالہ فرمایا جائے۔

حضور سیدِ عالم ﷺ نے عبد اللہ بن اُبی بن مسلول کے جنازے کی نماز پڑھائی، اس کے لیے استغفار فرمایا، اپنی قمیص مبارک اور لعابِ دہن اقدس اسے عطا فرمایا، لیکن حضور ﷺ کی کسی چیز کا فائدہ متحقق نہ ہوا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

”اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ ؕ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ ؕ“ (آپ ان کے لیے استغفار کریں یا نہ کریں، اگر ستّر مرتبہ بھی آپ ان کے لیے استغفار کریں تو اللہ تعالیٰ انھیں ہرگز نہیں بخشے گا۔

اس واقعہ سے حسب ذیل شکوک پیدا ہوئے:

(1)- رسول اللہ ﷺ کو اگر اس بات کا علم ہوتا کہ عبد اللہ بن ابی کی مغفرت نہ ہوگی تو حضور ﷺ اس کے لیے ہرگز استغفار نہ فرماتے، نہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھتے۔

(2)- اگر حضور ﷺ کو اختیار ہوتا تو اپنی دعا اور استغفار کو نیز قمیص مبارک اور لعابِ دہن اقدس کو بے فائدہ ہونے سے بچا لیتے اور عبد اللہ بن ابی کو فائدہ پہنچا دیتے — جب ایسا نہ ہو سکا تو معلوم ہوا کہ نبی ﷺ کو جس طرح علم نہ تھا ایسے ہی اختیار بھی نہ تھا، امید ہے کہ ان شکوک کا ازالہ فرما کر ممنون فرمایا جائے گا۔

(راقم ابو الانور محمد سرور القادری، اوچی سکیم-2، ملتان)

جواب: عزیز محترم، دام مجدہ۔

جواباً گذارش ہے کہ حضور ﷺ کا عبد اللہ بن ابی کے حق میں استغفار اور اس کی نمازِ جنازہ و علیٰ ہذا القیاس قمیص مبارک و لعابِ دہنِ اقدس کا اعطاء عبد اللہ بن ابی کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے نہ تھا بلکہ کسی دوسرے مقصد کے لیے نبی کریم ﷺ نے یہ سب کچھ کیا اور وہ یہ تھا کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں، چناں چہ ایسا ہی ہوا۔

پھر یہ کہ نبی اکرم ﷺ کا منافق کو انتہائی کرم سے نوازنا عظیم ترین مکارم اخلاق کا ثبوت ہے اور قمیص مبارک کا مقصد بھی اس کو نفع پہنچانا نہ تھا بلکہ مکافاۃ مقصود تھی، کیوں کہ عبد اللہ بن ابی نے عمِ رسول ﷺ حضرت عباس بن عبد المطلب کو بدر کے موقع پر اپنی قمیص پہنائی تھی، رسول اللہ ﷺ کی عزت نے اس بات کا تقاضا نہ فرمایا کہ اس کے اس فعل کو مکافاۃ اور بدلے کے بغیر چھوڑ دیا جائے، دیکھیے خازن میں ہے۔

”وقال الشيخ محيي الدين النووي : إنما أعطاه قميصه ليكفنه فيه تطييبا لقلب ابنه عبد اللهّٰ فإنه كان صحابيا صالحا وقد سأل ذلك فأجابه إليه وقيل بل أعطاه مكافأة لعبد اللهّٰ بن أبي المنافق الميت لأنه ألبس العباس حين أسر يوم بدر قميصا وفي الحديث بيان مكارم أخلاق النبي ﷺ فقد علم ما كان من هذا المنافق من الإيذاء له وقابله بالحسنى وألبسه قميصه كفنا وصلى عليه واستغفر له قال الله سبحانه وتعالى وإنك لعلى خلق عظيم وقال البغوي : قال سفيان بن

عيينة كانت له يد عند رسول اللهﷺ فأحب أن يكافئه بها ويروى أن النبي ﷺ كلم فيما فعل بعبد الله بن أبي فقالﷺ:وما يغني عنه قميصي وصلاتي من الله والله إني كنت أرجو أن يسلم به ألف من قومه.

فيروى أنه أسلم ألف من قومه لما رأوه يتبرك بقميص النبي ﷺ."(خازن،ج:2،ص:250)

ترجمہ:اور کہا شیخ محی الدین نووی نے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کو اپنی قمیص مبارک اس کے کفن کے لیے صرف اس لیے دی کہ اس کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دل خوش ہو جائے، کیوں کہ وہ نہایت صالح صحابی تھے، اور انھوں نے حضور ﷺ سے یہ سوال کیا تھا جن کی بات حضور نے مان لی تھی۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے انھیں وہ قمیص مبارک عبد اللہ بن ابی کو محض اس کا بدلہ اتارنے کے لیے دی تھی، کیوں کہ بدر کے موقع پر عبد اللہ بن ابی نے آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی قمیص پہنائی تھی اور اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ کے عظیم الشان مکارم اخلاق کا بیان ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ عبد اللہ بن ابی کی تمام ایذا رسانیوں کو جانتے تھے، اس کے باوجود بھی ایسی نیکیوں کے ساتھ اس کو نوازا اور اپنی قمیص مبارک اس کو کفن کے لیے دی اور اس پر نماز پڑھی اور اس کے لیے استغفار فرمایا۔ یہ سب حضور ﷺ کا کمالِ خلقِ کریم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا "وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ ○" (القلم، آیت:4) اور بغوی نے فرمایا کہ عبد اللہ بن ابی کا رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کے ساتھ جو کچھ کیا تھا، اس کے بارے میں حضور (ﷺ) ایسے منافق کے ساتھ یہ برتاؤ کیوں کر کیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میری قمیص اور نماز اللہ تعالیٰ کے عذاب کو اس سے بالکل دفع نہ کرے گی۔ خدا کی قسم مجھے امید تھی اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لائیں گے، چناں چہ مروی ہے کہ اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئے، جب اس کی قوم نے اسے دیکھا کہ حضور ﷺ کی قمیص مبارک سے تبرک کر رہا ہے۔

ابن جریر نے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت قتادہ سے یہ روایت کی ہے۔ دیکھیے تفسیر ابن جریر پارہ دس، ص:131، تفسیر نیشا پوری، ص:135، تفسیرات احمدیہ، ص:307، تفسیر مدارک، ج:2، ص:106، تفسیر جمل، ج:2، ص:306، تفسیر معالم التنزیل، ج:3، ص:108، تفسیر مظہری، ج:4، ص:277، تفسیر صاوی، ج:2، ص:138، تفسیر خازن، ج:2، ص:250، تفسیر سراج منیر، ج:1، ص:638۔ سراج منیر کی عبارت ملاحظہ ہو:

"فقال عمر رضى الله عنه لم تعط قميصك الرجس النجس فقال ﷺ ان قميصي لا يغني عنه من الله شيئًا و اني اهل من الله أن يدخل في الإسلام كثير بهذا السبب فيروي انه اسلم الف من الخزرج لما رأوه طلب الاستشفاء يثوب رسول الله ﷺ. انتهي.

اور یہی روایت حسب ذیل کتب احادیث میں بھی موجود ہے۔ قسطلانی، جلد7، ص:154، عمدۃ القاری (عینی)، ج:8، ص:650 اور فتح الباری، ج:8، ص:270۔

کتب تفاسیر و احادیث کے ان حوالہ جات اور روایات سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا یقینی علم تھا کہ عبد اللہ بن ابی کو حضور ﷺ کی نماز اور قمیص مبارک سے قطعاً کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔

رہا یہ سوال کہ حضور ﷺ کا اختیار منفی ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اختیار کی نفی اس وقت ہوتی جب حضور ﷺ کا ارادہ نفع پہنچانے کا ہوتا۔ لیکن حضور ﷺ کے الفاظ مبارک "إن صلاتي و قميصي لا ينفعه" اور "و لا يغني عنه شيئًا" پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ ارادہ ہرگز نہ تھا، کیوں کہ علم کے خلاف ارادہ نہیں ہو سکتا اور جب ارادہ ثابت نہ ہوا تو قدرت اور اختیار کی نفی کیسے ثابت ہو سکتی ہے، بلکہ ہماری منقولہ بالا روایات سے حضور ﷺ کے علم کے ساتھ حضور ﷺ کی قدرت اور اختیار کا بھی ثبوت ملتا ہے، اس لیے کہ حضور ﷺ کی وہ صلاۃ جس کا موجب راحت و سکون ہونا قرآن مجید سے ثابت ہے، عبد اللہ بن ابی کے حق میں غیر مفید رہی، اس لیے کہ حضور ﷺ نے پہلے فرما دیا کہ "لا ينفعه" یہ اس کو نفع نہ دے گی۔ اسی طرح حضور ﷺ کے لباس مبارک اور لعاب دہن اقدس کا مفید ہونا بھی دلائل شرعیہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ مسلم شریف میں حضرت اسماء کی یہ حدیث موجود کہ ہم حضور ﷺ کے جبہ مبارکہ سے اپنے مریضوں کے لیے شفا طلب کیا کرتے اور لعابِ دہنِ مبارکہ سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو شدید ترین امراض و تکالیف میں صحت و شفا کا حصول بھی بے شمار احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، (باقی ص:20 پر)

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ دین/سوال آپ بھی کرسکتے ہیں

آپ کے مسائل

-*-*-*-*-*** مفتیِ اشرفیہ **محمد نظام الدین رضوی** کے قلم سے ****-*-*-*-*-

علمِ جفر میں اعلیٰ حضرت کے استاذ

کیا فرماتے ہیں مفتیانِ کرام مسائل ذیل میں:

(1) چیک یا ڈرافٹ کو رقم تصور کر کے اس کے ذریعہ حیلۂ شرعی ہو سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) فقیر کے بینک اکاونٹ میں زکات کی رقم ٹرانسفر کر کے حیلۂ شری کروایا جاسکتا ہے، یا نہیں جب کہ حکومت سارا لین دین بینک کے ذریعے کرنا چاہتی ہے۔

(۳) حکومت کے موجودہ نظام کیش لیس کے پیش نظر اب بڑی رقم بینک سے نکالنا مشکل ہے ایسی صورت میں مدرسہ کی زکات کی رقم سے کچھ روپے نکال کر حیلۂ شرعی کروالیا جائے پھر اس رقم کو بقیہ وقت کے حیلے کی نیت سے بار بار حیلۂ شرعی کروالیا جائے تو کیا ساری رقم کا حیلہ ہو جائے گا یا نہیں؟ اگر نہیں تو ایسے حالات میں کیا کیا جائے۔

الجواب: (1) چیک یا ڈرافٹ مال نہیں، بلکہ مال کی سند ہے اس لیے چیک یا ڈرافٹ کا حیلہ عبث ولغو ہے۔ حیلہ میں یہ ضروری ہے کہ مال زکات کا مالک فقیر کو بنا کر اس پر اسے قبضہ دے دیا جائے اور یہاں مال کا شرعاً کوئی وجود ہی نہیں۔ اس کی تشریح مختصراً یہ ہے کہ:

چیک (CHEQUE) نہ مال ہے، نہ متقوم کہ چیک نام ہے ایک خاص قسم کے مکتوب و تحریر کا۔ چنانچہ معاشیات کی معتبر کتاب "جدید طریقۂ تجارت" میں ہے:

چیک ایک شخص کا ایک بینک پر غیر مشروط تحریری حکم نامہ ہوتا ہے کہ وہ اس کو اس کے حکم کے مطابق کسی اور شخص کو لکھی ہوئی رقم عند الطلب ادا کر دے۔"

انڈین نیگوشیبل انسٹرومنٹ ایکٹ میں چیک کی تعریف حسب ذیل الفاظ میں کی گئی ہے:

"چیک ایک غیر مشروط حکم نامہ ہوتا ہے جو کسی خاص بینک پر لکھا جاتا ہے، جس پر لکھنے والے کے دستخط ہوتے ہیں، جو بینک کو اس میں لکھی ہوئی رقم کسی مخصوص شخص کو یا بینک لے جانے والے کو ادا کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ چیک کاغذ کا نام نہیں، بلکہ وہ تحریری حکم ہے، ہاں تحریر چوں کہ کاغذ کے ساتھ پائی جاتی ہے اس لیے کاغذ چیک کے مفہوم میں تبعاً وضمناً شامل ہے مگر بنائے احکام اصل و متبوع ہوتا ہے، نہ کہ تابع جو ضمنی و غیر مقصود ہوتا ہے۔ اس لیے اعتبار چیک یا ڈرافٹ کے کاغذ کا نہ ہوگا۔

لوگوں کے مقاصد کے پیش نظر اس معاملہ کا جائزہ لیا جائے تو اس سے بھی یہی حقیقت اجاگر ہو کر سامنے آتی ہے کہ کوئی بھی چیک کی بنیاد پر جب کسی پارٹی سے روپے لیتا ہے تو فریقین میں سے کوئی بھی چیک کا کاغذ لینے دینے یا خریدنے، بیچنے کا قصد نہیں کرتا بلکہ ہر شخص یہی سمجھتا ہے کہ اس کاغذ پر جو رقم لکھی ہوئی ہے اس کی بنیاد پر یہ معاملہ ہوتا ہے تو مدار اسی تحریر و حکم پر ہے، کاغذ پر نہیں۔

فقہا فرماتے ہیں: "الأمور بمقاصدها."

(الأشباه والنظائر لابن نجيم)

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"إنما لامرئ مَّانَوى." رواه الإمام البخاري في صحيحه.

ہاں! چیک اور ڈرافٹ کا کاغذ بجائے خود نفیس و متقوم ہوتا ہے مگر ان کی قیمت نرخ بازار کے لحاظ سے تین، چار روپے یا کم و بیش ہو سکتی ہے جو اس پر لکھے ہوئے روپے سے بہت ہی کم ہے اور یقیناً یہاں وہ تین، چار روپے ملحوظ و مقصود نہیں ہوتے۔ اس لیے چیک یا ڈرافٹ کو مطلوبہ رقم تصور کرنا غلط ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں، فقہا فرماتے ہیں:

"لا عبرة بالظن البين خطاء." (الأشباه والنظائر)

لہٰذا عین چیک یا ڈرافٹ کا حیلہ نہیں ہو سکتا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(2) یہ صورت ممکن ہے کہ فقیر کو بتا کر اس کے بینک اکاونٹ

میں زکات کی رقم بہ نیت تملیک جمع کر دیں، پھر وہ مدرسہ کے بینک اکاؤنٹ میں بہ نیت تعاون ٹرانسفر کر دے، مگر یہاں یہ امر زیر غور ہے کہ صرف اکاؤنٹ میں رقم کا اندراج قبضہ و مفیدِ ملک ہے یا نہیں؟ اس باب میں علما کے درمیان اختلاف ہے۔

شارح بخاری، نائب مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مولانا مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان پہلے ہی سے یہ تھا کہ کھاتے میں اندراج قبضہ و مفیدِ ملک ہے اور آج بھی بہت سے علمائے اہل سنت یہی موقف رکھتے ہیں، اور اب یہ عاجز بے مایہ بھی استحساناً و تیسیراً یہی موقف اختیار کرتا ہے کیوں کہ...

☆آن لائن کاروبار عالمی سطح پر جاری ہو چکا ہے جس میں مال اپنے یا اپنے وکیل کے ہاتھ میں کم ہی آپاتا ہے، اور زیادہ تر سامان کی بیع در بیع یوں ہی ہوتی رہتی ہے اور کرنسی بھی مختلف لوگوں کے اکاؤنٹ میں بغیر کسی کے ہاتھ میں آئے ٹرانسفر ہوتی رہتی ہے۔

☆مختلف مواقع پر ایک دوسرے کے اکاؤنٹ میں کرنسی جمع کر کے قرض یا زادراہ، نذرانہ، تحفہ اور امداد وغیرہ کے نام پر لین دین بھی شروع ہو چکا ہے اور حال یہ ہے کہ لوگ اکاؤنٹ میں اندراج کو ہی کافی سمجھتے اور اس میں تصرفاتِ مالکانہ کرتے ہیں۔

☆اور اب "کیش لیس" کے نظام نے تنخواہ، اجرت، ثمن، قیمت، امانت، کفالہ، حوالہ، قرض، ضمان، ہبہ، تصدق، رہن، دیت، زکات، صدقات، مال مباح وغیرہ سب میں اکاؤنٹ میں اندراج کو قبضے کے قائم مقام کر دیا ہے اور اب تو صورت حال یہ ہے کہ اسے قبضہ مانے بغیر کوئی چارۂ کار ہی نہ رہ گیا۔ تو اب عام تعامل ورواج اور قانون وضرورت کی بنا پر استحساناً بینک اکاؤنٹ میں اندراج قبضہ بالید (ہاتھ میں لینے) کے قائم مقام تسلیم ہونا چاہیے اس طرح کے حالات میں بہت سے مقامات پر فقہانے معدوم کو موجود مان کر حکم شرعی جاری کیا ہے، اس لیے یہاں بھی "ہاتھ میں نہ لینے" کے باوجود اسے حکماً قبضہ ماننا چاہیے۔ بنا بریں سوال میں حیلے کی مذکورہ صورت جائز و درست ہونی چاہیے۔ اس صورت میں حیلے کا طریقہ یہ ہوگا کہ کسی معتمد، خدا ترس فقیر کو مدرسہ کی ضرورت اور اپنے مقصد سے بخوبی آگاہ کر دیں، پھر اسے بتا کر اس کے بینک اکاؤنٹ میں چیک یا ڈرافٹ جمع کریں، جب روپے اس کے اکاؤنٹ میں درج ہو جائیں تو اس سے مدرسے کے نام چیک حاصل کر لیں۔

یہاں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے اکاؤنٹ میں روپے جمع کرنے سے پہلے ہی اس سے چیک وصول کر لیں اور یاد رہے کہ نہ فقیر بد عہدی کرے نہ مہتمم۔ ورنہ وہ بد عہدی کے اور یہ بسا اوقات غصبِ مال کے گناہ کا مرتکب ہوگا۔ یہ تو ایک تحقیق کی بنا پر حیلے کی ایک صورت ہوئی۔ مگر یہ مسئلہ ابھی مجلس شرعی میں زیر غور ہے اور اس پر عمل درآمد میں کچھ خرابیاں بھی درآسکتی ہیں اس لیے مجلس شرعی کے فیصلے تک اس صورت پر عمل موقوف رکھا جائے۔ هذا ما عندي والعلم بالحق عند ربي وهو تعالى أعلم.

(3) حکومت کے موجودہ نظام "کیش لیس" کے پیش نظر یہاں یہ صورت بجا اور قابل عمل ہے کہ مدرسہ میں حیلۂ شرعیہ کے لیے ہی ایک مالی فنڈ بقدر کفایت قائم کر لیا جائے اور جتنی رقوم مدرسہ کے اکاؤنٹ میں زکات وغیرہ دینے والے صدقات واجبہ کی جمع کریں ان سب کی طرف سے حیلہ اسی فنڈ سے کرایا جائے اور اگر وہ فنڈ کافی نہ ہو تو دو چار بار یا اس سے زیادہ بار بھی فقیر کو ایک ہی رقم لوٹا لوٹا کر حیلہ کراتے رہیں، یہاں تک کہ پوری زکات ادا ہو جائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ادارے کی حیثیت وکیل زکات کی ہے اور وکیل زکات کو یہ اختیار ہے کہ زکات کے لیے جو رقم دی گئی ہے بعینہ وہ رقم نہ دے کر کسی اور رقم سے زکات ادا کر دے۔

ردالمحتار میں ہے:

الوكيل بدفع الزكاة إذا أمسك دراهمَ الموكّل ودفع من ماله ليرجع ببدلها في دراهم المؤكّل صحّ، بخلاف ما إذا أنفقها أوّلًا على نفسه مثلًا ، ثم دفع من ماله فهو متبرّع.(رد المحتار، ج:2، ص: 293، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة ثمن المبيع وفاءً ، دار الفكر)

در مختار میں ہے:

"ولو تصدق بدراهم نفسِه أجزأ، إن كان على نية الرجوع، وكان دراهم الموكل قائمةً."

اسی کے تحت ردالمحتار میں ہے:

"فيه إشارة إلى أنّه لا يشترط الدفع من عين مال الزكاة، ولذا لو أمر غيره بالدفع عنه جاز." (ردالمحتار ج: 2، ص: 392، كتاب الزكاة، مطلب في زكاة من المبيع وفاء)

البحر الرائق شرح کنزالدقائق میں ہے:

"ولم يشترط أيضا الدفع من عين مال الزكاة

لما قدمناه من أنه لو أمر إنسانًا بالدفع عنه أجزأه ."
(البحر الرائق، كتاب الزكاة، ج: 2، ص: 370، 371، دار الكتب العلمية، بيروت)

ان جزئیات کا خلاصہ بہار شریعت میں اس طرح ہے:

"زکات دینے والے نے وکیل کو زکات کا روپیہ دیا، وکیل نے اسے رکھ لیا، اور اپنا روپیہ زکات میں دے دیا تو یہ جائز ہے اگر یہ نیت ہو کہ اس کے عوض موکل کا روپیہ لے لے گا۔(ج:5ص:20)

ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ میں مال زکات سے تملیک فقیر ضروری نہیں، بلکہ یہ بھی کافی ہے کہ وکیل اپنے پاس سے یا دوسرے سے قرض لے کر زکات دہندہ کی طرف سے تملیک فقیر کر دے، پھر بعد میں زکات میں آئے ہوئے مال کو اس کے بدلے میں لے لے۔

ہاں ان جزئیات سے ایک بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ زکات والے دراہم یا روپے کا بعینہ موجود ہونا ضروری ہے "و كان دراهم المؤكل قائمة" ایسا نہ ہو کہ پہلے خرچ کر لے پھر بعد میں اپنے پاس سے ادا کرے۔ اور چیک وڈرافٹ والے اس مسئلے میں موکل کے درہم یا روپے بعینہ موجود نہیں ہوتے تو پھر اپنے پاس سے یا مخصوص مالی فنڈ سے حیلۂ شرعی کیوں کر درست ہوگا؟

اس سلسلے میں عرض ہے کہ صاحب مال مدرسہ کو دراہم یا روپے نہیں بھیجتا، بلکہ چیک یا ڈرافٹ بھیجتا ہے اور ان کو بھنانے پر بھی صاحب مال کے جمع کردہ عین روپے نہیں ملتے، بلکہ ان کے مثل روپے ہی ملتے ہیں تو وہ مدرسہ کو "مثلِ دراہم" کا ہی وکیل بناتا ہے اور وہ ضرور موجود ہوتے ہیں۔

ان جزئیات کا مقصود یہ ہے کہ ایسا نہ ہو کہ وکیل، زکات والے روپے اپنے مصارف میں خرچ کر لے پھر اپنے پاس سے فقرا کو دے کہ اس طرح کے تصرف سے امانت میں خیانت ہوگی اور عین مال زکات خرچ ہو جانے سے موکل کی زکات بھی نہ ادا ہوگی کہ وہ مال تو خرچ ہو کر ہلاک ہو گیا۔

لیکن چیک وڈرافٹ والے اس مسئلے میں عین مال زکات نہیں آیا بلکہ مثل زکات کی سند ملی ہے اور مثل مال میں کوئی تصرف کرنے سے پہلے ہی مدرسے کا مہتمم یا ذمہ دار مخصوص مالی فنڈ سے حیلہ کرا لے تو اس کی صحت میں شرعاً کوئی خرابی نہ ہوگی کہ مدرسہ نے نہ تو مثلِ مال میں کوئی تصرف کیا، نہ وہ ہلاک ہوا، لہذا یہ حیلہ صحیح و درست ہے۔ واللہ تعالی اعلم ☆☆

(ص:17 کا بقیہ)

بلکہ دلائل شرعیہ کی روشنی میں میرا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آگ میں جلانے کا اثر جس قدر یقینی ہے۔ اس سے زیادہ حضور ﷺ کے لباس مبارکہ اور لعابِ دہنِ اقدس کا مفید ہونا یقینی ہے۔ اس کے باوجود اس منافق کے حق میں قمیص مبارک اور لعابِ دہن اقدس کا مفید نہ ہونا اسی طرح قدرت اور اختیار نبوی کی دلیل ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام کے حق میں نارِ نمرود کا ٹھنڈا ہونا اللہ تعالی کی قدرتِ کاملہ کی چمکتی ہوئی دلیل ہے۔ یعنی نارِ نمرود باوجود محرق ہونے کے کے ابراہیم علیہ السلام کو تکلیف نہ پہنچا سکی۔ اس لیے کہ ارادۂ الٰہیہ ایذاے خلیل کا مقتضی نہ تھا، بس سمجھ لیجیے کہ دعاے حبیب اور قمیص پاک ولعاب شریف باوجود نافع اور مفید ہونے کے لیے اس منافق عدو اللہ کو نفع اور راحت نہ پہنچا سکے، محض اس لیے کہ ارادۂ حبیب راحت و مغفرتِ خبیث کا متقاضی نہ تھا۔ جس کی دلیل وہی حدیث ہے جسے ہم دس تفاسیر اور چند کتبِ احادیث عظیمہ سے نقل کر چکے ہیں۔

ہماری پیش کردہ اس حدیث کا آخری حصہ "فروی انه اسلم الف من قومه" کو غور سے دیکھا جائے تو یہ حقیقت آفتاب سے زیادہ روشن ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عبد اللہ بن ابی کے اس واقعہ میں اپنی طرف سے جو کچھ بھی کیا یعنی نماز، استغفار، اعطاے قمیص مبارک اور لعاب دہن اقدس ان سب چیزوں کا معرض ظہور میں آنا صرف اس لیے تھا کہ عبد اللہ بن ابی کی قوم کے ایک ہزار آدمی اسلام لے آئیں۔ چناں چہ ایسا ہی ہوا اور حضور ﷺ نے ان کاموں کے بعد اس کی قوم کے ایک ہزار آدمی فوراً ہی مسلمان ہو گئے اور جو کچھ حضور کا ارادہ تھا وہ پورا ہو گیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ کی لاعلمی اور عدم اختیار کا تصور ہی قائم نہیں ہو سکتا۔

اجمال کے ساتھ جو کچھ عرض کیا گیا، اگر اس کو اچھی طرح غور سے سمجھنے کی کوشش کی گئی تو ان شبہات کا ازالہ بھی نہایت آسانی سے ہو جائے گا، جو اس واقعہ کے بعض دیگر اجزا پیش نظر رکھنے سے پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس مختصر مضمون کو پڑھنے کے بعد اگر ان اجزا کے پیش نظر آپ کو مزید وضاحت اور تفصیل کی ضرورت محسوس ہو تو ارقام فرمائیے۔ ان شاء اللہ پورے بسط کے ساتھ وضاحت مزید کر دی جائے۔

☆☆☆☆☆

صالح اسلامی معاشرہ کی تشکیل
چند رہنما خطوط

مولانا بدر الدجیٰ رضوی مصباحی

آج جب کہ میں یہ مضمون سپردِ قلم کر رہا ہوں سنگم بہار دہلی کی رہنے والی سابعہ کے دردناک قتل کے خلاف دہلی کے احتجاجی مظاہروں میں شدت بتدریج بڑھتی جا رہی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ مظاہرین مظلوم سابعہ کو کہاں تک انصاف دلا سکیں گے۔ امید یہی ہے کہ دہلی کے گلیاروں میں ان کی یہ آواز بھی نقار خانے میں ایک طوطی کی صدا ثابت ہوگی اور انسانی بھیڑیے کل کسی اور سابعہ کو اپنا شکار بنا لیں گے۔

سابعہ کے ساتھ جو غیر انسانی سلوک ہوا اور اسے جتنی بے دردی کے ساتھ قتل نہیں بلکہ ذبح کیا گیا اس سے پوری دنیا میں ہندوستان کا سر شرم سے جھک گیا ہے۔ پہلے اس کی اجتماعی عصمت دری کی گئی پھر بڑی بے دردی کے ساتھ اس کی جان لی گئی یہاں تک کہ اس کے نسوانی اعضا بھی کاٹ کاٹ کر الگ کر دیے گئے پھر اسے جھاڑیوں میں پھینک دیا گیا اس کے مردہ جسم پر چاقوؤں کے درجنوں نشانات اس کے دردناک قتل کی کہانی سنا رہے تھے حیرت بالائے حیرت یہ ہے کہ اس طرح کی وارداتیں تھمنے کا نام نہیں لے رہی ہیں۔ ہمارے گرد و پیش اور اطراف و جوانب میں روز مرہ ملک کی سیتائیں اور مریم یکے بعد دیگرے حرص و ہوس کے پجاریوں کی بھینٹ چڑھتی جا رہی ہیں، تہذیب و شرافت کے دشمن پہلے ان سے اپنی ہوس کی پیاس بجھاتے ہیں پھر انہیں ہلاک کر کے ان کی لاشیں کسی جھاڑ جھنکاڑ میں پھینک دیتے ہیں پھر وہ آرام سے کسی اور شکار گاہ کی طرف نکل جاتے ہیں چند دنوں تک گلی کوچوں میں چور آیا چور آیا کا شور سنائی دیتا ہے اور پھر ہمیشہ کے لیے موت کا سناٹا چھا جاتا ہے لگتا ہے کہ ملک میں قانون نام کی کوئی چیز نہیں رہ گئی ہے انصاف نام کا کوئی ادارہ نہیں رہ گیا ہے جہاں پر مظلوموں کی داد رسی ہو سکے اور ظالموں کو انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کر کے انہیں کیفر کردار تک پہنچایا جا سکے ان حالات میں بحیثیت مسلمان ہماری کیا ذمہ داری ہے؟ ہم اپنی بچیوں کی عزت و آبرو، جسم و جان کی حفاظت کے لیے کس درجہ مستعد اور چوکس ہیں؟ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اس پر سنجیدگی سے غور کریں اور کوئی ایسا لائحۂ عمل مرتب کریں کہ دن کے اجالے میں بیچ چوراہے پر ہماری عزت و آبرو کا جنازہ نہ نکل سکے بس اسی نقطہ پر میں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے؛ جس میں ایک مسلمان بلکہ ایک انسان کے لیے اسلام میں رہنما ہدایات موجود نہ ہوں۔ اسلام نے بنی نوع انسان کے لیے جو رہنما خطوط متعین کیے ہیں اگر انسان ان کو تجاوز نہ کرے تو وہ کبھی بھی ذلیل و خوار اور شرم ناک حالات کا سامنا نہیں کر سکتا ہے۔ ایک مسلمان چوں کہ مذہب اسلام پر یقین رکھتا ہے اس لیے اس پر لازم ہے کہ وہ خود کو اسلامی دائرے میں محدود رکھے اور کبھی بھی اس کی حد نہ پار کرے اور اپنی اولاد کو بھی اطاعت الٰہی کی ترغیب دے اور اس پر خود بھی عمل پیرا رہے اللہ کے رسول نے دین اسلام کو عام مسلمانوں کا خیر خواہ قرار دیا ہے لیکن یہ خیر خواہی اسی وقت ہو سکتی ہے جب ہم اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگی گزاریں ہماری رفتار و گفتار، حرکات و سکنات، قول و فعل سے بھی یہ ظاہر ہو کہ ہم اللہ کے بندے اور اس کے رسول کے نام لیوا ہیں.

اب ہم یہاں پر قرآن و احادیث کی روشنی میں کچھ ایسے نکات پیش کرتے ہیں؛ جن پر عمل کر کے ہم اپنے اہل و عیال کو خطرات و نقصانات سے بچا سکتے ہیں۔

(1)۔**تعلیم و تربیت:** ابتدائی عمر سے ہی بچوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت پر خاص دھیان دیا جائے اور ان کے اخلاق کی کڑی نگرانی کی جائے ان کی آمد و رفت، نشست و برخاست حرکات و سکنات. صحبت و سنگت اور عادات و اطوار پر سختی کے ساتھ نظر رکھی جائے اور کسی بھی حال میں انہیں آزاد نہ چھوڑا جائے اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت کرّے (طاقتور) فرشتے مقرر ہیں جو اللہ کا حکم نہیں ٹالتے اور جو انہیں حکم ہو

صدر المدرسین مدرسہ عربیہ ضیاء العلوم، خیر آباد، مئو

وہی کرتے ہیں۔[التحریم،الآیۃ:6]

جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروق نے عرض کیا: یا رسول اللہ!ﷺ اپنے آپ کو دوزخ سے بچانے کا مفہوم توسمجھ میں آرہاہے؛لیکن ہم اپنے اہل وعیال کو جہنم سے کیسے بچائیں؟تواللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

"تنھونھم عمّا نھاکم اللہ و تأمرونھم بما امرکم اللہ"[الجامع لأحکام القرآن،ج:21،ص:94]

تم انھیں اس طرح بچاسکتے ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں سے تمھیں منع فرمایاہے تم اپنے اہل وعیال کو بھی ان سے روک دو اور اللہ نے جن کاموں کی بجاآوری کاتمھیں حکم دیاہے تم انھیں بھی حکم دو کہ وہ ان کاموں کو بجالائیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضرت حسن بن علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) نے صدقہ کی کھجوروں میں سے ایک کھجور اپنے منہ میں ڈال لی تواللہ کے رسول نے فرمایاکخ کخ اسے پھینک دو!کیاتمھیں معلوم نہیں کہ ہم صدقے کی چیزنہیں کھاتے۔(مسلم شریف کتاب الزکوۃ، باب تحریم الزکاۃ علی النبی و آلہ)

حضرت ابوحفص عمربن ابی سلمہ سے مروی ہے(جو اللہ کے رسول ﷺ کے پروردہ ہیں)فرماتے ہیں کہ:میں بچہ تھااور اللہ کے رسول ﷺ کی پرورش میں تھااور میراہاتھ کھاتے وقت پیالے میں گھوم رہاتھاتومجھ سے اللہ کے رسول نے فرمایااے لڑکے!اللہ کانام لو (بسم اللہ پڑھو)دائیں ہاتھ سے کھاناکھاؤاور اپنے قریب سے کھاؤ:اس کے بعد سے میرے کھانے کاطریقہ یہی رہا۔(صحیح مسلم،کتاب الاشربہ،باب آداب الطعام و الشراب و احکامھما)

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، آپ نے فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: جب تمھارے بچے سات سال کے ہوجائیں توانھیں نماز کی تلقین کرواور جب دس سال کی عمر کو پہنچ جائیں(اور نماز نہ پڑھیں)تواس پرانھیں سرزنش کرواور ان کے درمیان بستروں میں تفریق کردو!(سنن ابی داؤد، کتاب الصلاۃ،باب متی یؤمر الغلام با الصلوۃ)

ایک روایت میں یوں ہے کہ جب وہ سات سال کے ہوجائیں توانھیں نماز پڑھنا سکھاؤ اور دس سال کی عمرمیں اگر وہ نماز میں کوتاہی کریں توان کی گوشمالی کرو![ایضا]

ان احادیث کا حاصل یہ ہے کہ ابتدائی عمر سے ہی بچوں کو دینی تعلیم دی جائے اور بچپن ہی سے ان کی عملی تربیت کی جائے ابتدائی عمر میں بچوں کو جو سبق پڑھایا جاتا ہے وہ ان کے دل پر نقش ہوجاتا ہے اور تادم واپسی یاد رہتا ہے بچوں کو جس کام کی عادت بچپن میں پڑجاتی ہے وہ ان کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے مختصر یہ کہ اپنی اولاد کو اس حد تک دینی تعلیم سے ضرور آراستہ کردیا جائے کہ جب وہ عصری تعلیم کے لئے بڑی بڑی یونیورسٹیوں اور کالجوں کا رخ کریں؛ جہاں لڑکوں اور لڑکیوں کی مخلوط تعلیم کا نظم ہے تو وہ اس کے منفی اثرات کو قبول نہ کریں اور ناجائز و حرام کام کی طرف راغب نہ ہوں۔

(2)چشم وابرو کاکمال:

"چشم خوباں خامشی میں بھی نواپرداز ہے"ع

یعنی آنکھیں بے زبان ہوکر بھی باتیں کرتی ہیں بلکہ زبان جو کام مہینوں میں نہیں کرسکتی نگاہ وہ کام لمحوں میں کردکھاتی ہے، کمان سے نکلاہواتیر توخطاکرجاتاہے؛لیکن تیرِ مژگاں کبھی خطانہیں کرتا اور یہ جگر کے پار بھی نہیں ہوتاکہ شکار اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے اور راحت وآرام کی نیند سوجائے بلکہ جب یہ جگرمیں پیوست ہوتاہے تو نہ جیتے بنتاہے،نہ مرتے۔

حاصل یہ ہے کہ نگاہ پیغام رسانی کا ایک خاموش ذریعہ ہے اور جب یہ اپنارنگ جماتی ہے؛تواچھے اچھوں کے قدم پھسل جاتے ہیں اور اس کازہرجب رگ وپے میں اثرکرتاہے؛توآسانی کے ساتھ اترنے کا نام نہیں لیتا۔بلکہ نگاہ شہوت کی ایک اہم قاصد اور محتاط پیغامبرہے اسی لیے کہاجاتاہے کہ پہلے نظر،پھرمسکراہٹ،پھرسلام، پھرملاقات،پھروعدہ،پھرعہدوپیمان،پھر.......

مشہورقول ہے کہ: پہلے نظر بہکتی ہے،پھردل بہکتاہے،پھر ستر بہکتاہے،اسی لیے اسلام نے تمام مومن مردوں اور عورتوں کو نگاہوں کی حفاظت کی سخت تاکید کی ہے اور حکم دیاہے کہ جب وہ گھروں کی چہار دیواری کے باہر قدم نکالیں تو اپنی نگاہوں کو جھکاکر رکھیں۔اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتاہے:

ترجمہ: مسلمان مردوں کوحکم دوکہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھراہے بے شک اللہ کوان کے کاموں کی خبرہے۔[النور،الآیۃ:30]

اسی طرح اللہ نے مومن عورتوں کوبھی اپنی عزت وآبروکی

حفاظت کا درس دیا ہے اور نہایت مؤثر پیرایہ بیان میں اس کا احاطہ کیا ہے. اللہ فرماتا ہے:

اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں میں ڈالے رہیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں۔[النور،الآیۃ:31]

جیسے عورتوں کی ساخت نرم ونازک ہوتی ہے ویسے ہی ان کا دل بھی نرم ہوتا ہے ان کی طبیعت انفعالی ہوتی ہے وہ بہت جلدی خارجی اثرات قبول کرلیتی ہیں اسی لیے انھیں سختی کے ساتھ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اجنبی لوگوں سے اپنی نگاہیں چار نہ کریں اور محرمین کے سوا کسی پر بھی اپنی زیب و زینت، بناؤ سنگار ظاہر نہ کریں اور جب گھر سے باہر نکلیں تو ہمیشہ پردے کا التزام کریں.

اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اور میمونہ (اُم المؤمنین) بارگاہ رسالت میں حاضر تھیں ایک نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کسی ضرورت سے حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ہمیں پردے میں جانے کا حکم فرمایا میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیا ابن ام مکتوم نابینا نہیں ہیں؟ حضور نے ارشاد فرمایا کیا تم دونوں اندھی ہو؟

[سنن ترمذی، ابواب الادب/باب ماجاء في احتجاب النساء]

ایک حدیث میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: النظرُ سهْم مَسمُوم من سِهام ابليس [اتهاف السادة, جلد 11 ,كتاب الصبر و الشكر, ص 68, دار الكتب العلميه بيروت]

نظر ابلیس کے تیروں میں سے ایک زہر آلود تیر ہے۔

بلکہ حدیث میں زنا کے جو اسباب اور مقدمات ہیں؛ انھیں بھی زنا سے تعبیر کیا گیا ہے اور ایک مسلمان کو ان سے بھی دور رہنے کا حکم دیا گیا ہے.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس حدیث کے راوی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں: آنکھوں کا زنا: نامحرم عورت کی طرف دیکھنا ہے، کانوں کا زنا: حرام آواز کا سننا ہے، زبان کا زنا: (ناجائز) کلام کرنا ہے، ہاتھ کا زنا: (ناجائز) پکڑنا ہے، پیر کا زنا: (ناجائز) کام کی طرف چل کر جانا ہے اور دل خواہش اور آرزو کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔(مسلم، کتاب القدر، باب قدر ابن آدم حظہ من الزنا)

اسلام میں افراط و تفریط کا کوئی بھی تصور نہیں ہے مذہب اسلام اعتدال کا داعی اور نقیب ہے ہر کسی کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ جہاں آمد و رفت کی گرم بازاری ہو، مرد و زن کا ایک ساتھ اٹھنا بیٹھنا ہو کاریالیہ اور آفسوں میں مرد اور جنس مخالف ایک ساتھ کام کر رہے ہوں سفر اور دیگر مواقع پر عورت اور مرد کا آمنا سامنا ہو وہاں پر یہ کیوں کر ممکن ہے کہ کسی مرد یا عورت کی ایک دوسرے پر نظر نہ پڑے. نظر تو نظر ہے اٹھ ہی جاتی ہے۔ اس قسم کا سوال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی ہوا تھا حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اچانک پڑجانے والی نظر کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: "اصرِف بصرك" اپنی نظر پھیر لو

(سنن ابی داؤد کتاب النکاح/باب فی یومربہ من غض البصر).

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی غیر محرم عورت پر قصد و ارادہ کے بغیر اچانک نظر پڑجائے تو یہ پہلی نظر ہے اور یہ معاف ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ نظر پڑتے ہی فوراً ہٹالی جائے اگر دوبارہ نظر ڈالی تو پھر اس میں قصد ارادے کا عنصر شامل ہوجائے گا اور یہ آنکھ کے زنا کے زمرے میں آجائے گا اور اب اس دوسری نظر پر مواخذہ ہوگا اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ بالقصد کسی غیر محرم مرد کی طرف نگاہ نہ اٹھائیں بلکہ عورت کا کسی غیر محرم کو دیکھنا یہ مرد کی بنسبت زیادہ ضرر رساں ہے۔

(3) اسلام میں پردے کی اہمیت وضرورت:

حجاب کا معنی و مفہوم: حجاب کا لغوی معنی پردہ اور رکاوٹ ہے بلفظ دیگر ہر وہ شی جو دو چیزوں کے درمیان حائل ہو اسے حجاب کہتے ہیں۔ دربان کو حاجب اسی لیے کہتے ہیں کہ یہ مالک کی اجازت کے بغیر اندر آنے والوں کو روک دیتا ہے۔ اسی طرح آنکھ اور بھوؤں کو "حاجب" اور "حواجب" اسی لیے کہا جاتا ہے کہ یہ ضرر رساں چیزوں کو آنکھوں میں پڑنے سے روک دیتی ہے۔

عرف عام میں ہر وہ چیز جو عورت کو غیر محارم کی نگاہوں سے بچائے اسے حجاب اور پردہ کہتے ہیں۔

آیت حجاب اور شان نزول: حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کی خدمت میں نیک و بد ہر قسم کے لوگ آتے ہیں کاش کہ آپ ازواج مطہرات کو پردے کا حکم فرماتے۔ اس وقت یہ آیت حجاب نازل ہوئی:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ الخ

[الاحزاب الآیۃ:53]

اس آیت مبارکہ کے شان نزول کے بارے میں ایک قول یہ بھی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام ایک بار اپنے بعض صحابہ کے ساتھ کھانا تناول فرما رہے تھے اسی اثناء میں اضطراراً کسی کا ہاتھ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاتھ سے لگ گیا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو یہ ناگوار لگا اس وقت آیت حجاب نازل ہوئی.

لیکن صاحب تفسیر ابی سعود نے اسے قیل سے بیان کیا ہے اس لیے قول راجح پہلا ہی قول ہے۔

اس آیت کا شان نزول اگرچہ خاص ہے لیکن یہ حکم تمام مومنوں کے گھروں کے لیے عام ہے لہذا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ جب وہ کسی کے گھر جائے تو بغیر اجازت گھر کے اندر قدم نہ رکھے یہ حکم فطرت کے تقاضے کے عین مطابق بھی ہے اس لیے کہ مرد کام کاج یا دیگر ضروریات کے لیے گھر سے باہر نکل جاتے ہیں عورتیں گھروں میں تنہا رہ جاتی ہیں نیز ہمہ وقت ستر عورت کی بھی احتیاط نہیں کر پاتی ہیں نہ جانے وہ کس حال میں ہیں ؟ ایسی حالت میں کسی کا گھر میں بے اجازت آجانا عقلِ سلیم کبھی بھی اس کی اجازت نہیں دے سکتی اور اگر شوہر گھر میں ہے بھی تو میاں بیوی نہ جانے کس حال میں ہیں ہو سکتا ہے کہ وہ مخصوص حالت میں ہوں ایسی صورت میں ان پر کسی اجنبی کی نظر پڑ جائے تو یہ ان کے لیے شرم کا باعث ہوگا اسی لیے اسلام نے ضروری قرار دیا ہے کہ جب کسی کے گھر جائیں تو پہلے صاحب خانہ سے اجازت لے لیں پھر گھر میں داخل ہوں آگے چل کر ہم اس پہ مزید روشنی ڈالیں گے۔ سردست ہم یہاں پر یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ پردہ نہ صرف یہ کہ عورت کا محافظ ہے بلکہ اس کی عزت و آبرو، عفت و پارسائی کا ضامن بھی ہے۔ پردہ عورت کو عزتِ نفس اور وقار عطا کرتا ہے ایک عورت کی پر سکون زندگی کا راز پردے ہی میں مضمر ہے اسی لیے اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورۂ احزاب اور سورۂ نور کی آیات میں عورتوں کو پردے میں رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ اللہ فرماتا ہے:

ترجمہ: اے نبی اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے منہ پر ڈالے رہے ہیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ ان کی پہچان ہو تو ستائی نہ جائیں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (الاحزاب، الآیۃ: 59)

اس آیت میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ازواج مطہرات سے لے کر اسلام کی دیگر شہزادیوں تک کو یہ حکم دیا ہے کہ جب وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں تو چادر سے اپنے جسم اور منہ کو ڈھانک کر نکلیں تاکہ گلی، کوچے، چوراہوں اور نکڑ پر آوارہ گردی کرنے والے یہ جان لیں کہ یہ ایک شریف، پاکباز اور باحیا عورت ہے اور وہ انھیں چھیڑنے کی جسارت نہ کر سکیں۔

آج ہم اپنے گرد و پیش میں یہ دیکھتے ہیں کہ جو عورتیں حجاب اور پردے کا التزام کر کے گھر سے باہر نکلتی ہیں وہ حرص و ہوس کا بہت کم شکار ہوتی ہیں۔ انسانی بھیڑیے ان کو چھیڑنے اور ان کے قریب آنے کی ہمت نہیں جٹا پاتے ہیں اس کے برخلاف وہ عورتیں جو بے پردہ گھر سے باہر نکلتی ہیں وہ بہت جلد جنسی تسکین کا سامان بن جاتی ہیں اور سرِ راہ ان کی عزت و آبرو کا جنازہ نکل جاتا ہے اور بسا اوقات ان کا اغوا ہو جاتا ہے اور نوبت ہلاکت تک پہنچ جاتی ہے۔ لھذا خواتین اسلام کو چاہیے کہ وہ یورپی تہذیب اور فلمی اداکاراؤں کی روش پر نہ چلیں جو نیم برہنہ یا یکسر برہنہ ہو کر اپنے حسن اور نسوانی اعضا کی نمائش کرتی ہیں اور اخبارات و رسائل اور اشتہارات کی زینت بن کر بڑی بڑی کمپنیوں کی تجارت کو فروغ دیتی ہیں اور چند سکوں کے بدلے اپنی عزت و آبرو کا سودا کر بیٹھتی ہیں۔ مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ وہ صحابیات کے نقش قدم پر چلیں، ان کی سیرت اور طرز زندگی کا مطالعہ کریں بالخصوص اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ اور شہزادی رسول حضرت سیدہ فاطمہ زہرا کی سیرت کو دیکھیں اور ان کی زندگی اور تعلیمات کو اپنے لیے مشعلِ راہ بنائیں!!

اب ہم افادۂ عام کے لیے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ان کے طرز زندگی اور تعلیمات کے کچھ نقوش پیش کرتے ہیں۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آیتِ حجاب کے نزول سے پہلے ہی پردے کا خاص اہتمام کرتی تھیں اور آیتِ حجاب کے نزول کے بعد تو یہ ان کی زندگی کا لازمہ بن گیا تھا یہاں تک کہ جب آپ کسی عورت کو بے پردہ دیکھ لیتیں تو بھڑک جاتیں اور پردے کی سخت تاکید کرتیں۔

حضرت حفصہ بنت عبد الرحمٰن آپ کی بھتیجی تھیں ایک بار وہ باریک قسم کا دوپٹہ اوڑھ کر آپ سے ملنے کے لیے آئیں آپ باریک دوپٹہ دیکھتے ہی غضبناک ہو گئیں اور دوپٹہ لے کر اسے پھاڑ دیا اور فرمایا: تم نہیں جانتی ہو کہ اللہ نے نور میں کیا حکم فرمایا ہے ؟ (طبقات ابن سعد ج:8، ص:50) **(جاری)**

بزم تصوف

تیسری قسط

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی کی
چند تصانیف و ملفوظات

مبارک حسین مصباحی

دسواں مکتوب: (نمازِ تہجد کا بیان)

برادر اعز الاصحاب شیخ عبد الوہاب وَ فَّقَهُ اللهُ بِعِبَادَتِهٖ. (اللہ تعالیٰ انھیں اپنی عبادت کی توفیق عطا فرمائے) درویش اشرف کی جانب سے دعاے درویشانہ و صفاے کیشانہ قبول فرمائیں۔ بہترین عبادت جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو، نمازِ تہجد ہے۔ جس قدر مواعیدِ اخروی اور موائیدِ معنوی نمازِ تہجد میں رکھے گئے ہیں کسی اور عبادت میں نہیں رکھے گئے۔

فارسی اشعارِ قطعہ ترک کیے گئے ہیں:

(قطعہ) ترجمہ: جو شخص دنیا میں سحر کے وقت اٹھے گا تو خورشید کی طرح روشن ہوگا، سحر میں اٹھنے کے سبب خیال کی راہ روشن ہوتی ہے۔

فارسی عبارت ترک کر دی گئی ہے، صرف ترجمہ ہے۔

(ترجمہ): نمازِ تہجد سنتِ ابرار میں سے ہے اور وہ نصف شب میں بیدار ہونا، وضو کرنا اور نفل نماز پڑھنا ہے۔ کہا گیا کہ تہجد ترکِ نوم ہے۔ اور کہا گیا تہجد نوم کے بعد کی نماز ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ تہجد نماز کے لیے نوم کا چھوڑنا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: صلاۃ مکتوبہ کے بعد افضل نماز رات کا قیام ہے۔ نبی ﷺ کے حق میں فرض ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا رات کی نفل دن کی نفل سے افضل ہے اللہ تعالیٰ کے فرمان کے سبب ”اور رات کے کچھ حصے میں تہجد کرو، یہ خاص تمھارے لیے زیادہ ہے۔“ اور نفل نماز مسجد میں پڑھنے سے گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ ثلث لیل کا قیام مستحب ہے، اقل استحباب سدسِ لیل ہے۔ ثلثِ لیل اول سو جائے اور اس کا نصف قیام کرے اور سدس آخر پھر سو جائے یا نصف اول میں سو جائے اور اس کے ثلث میں قیام کرے اور سدس میں پھر سو جائے، رات کے وسط میں قیام کرے۔ ثلث کا آخر قیام افضل ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: رات میں قیام کرو اگرچہ بکری کے دودھ کی مقدار ہو۔ اور نماز ادا کرے نوم کے وقت نماز سے تلاوت کی طرف مشغول ہو جائے، یہاں تک کہ غور و فکر کرے جو وہ تلاوت کرتا ہے۔ طالب کو لائق اور مناسب نہیں ہے کہ فجر طلوع ہو جائے اور وہ سویا ہوا رہے۔ مگر یہ کہ رات میں طویل قیام کر چکا ہو، پس وہ معذور ہوگا، جب وہ بیدار ہو اور قیامِ لیل قلیل ہو سکے۔ وہ قیام، قیامِ طویلہ سے افضل ہوگا، پھر طلوعِ فجر تک نیند۔ ”تو جسے چاہے سلطنت دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے“ اور وہ قیامِ لیل ہے۔ اور وہ شخص ہے جو سستی، کاہلی اور قلتِ اعتداد کے سبب محروم ہوا ہو۔ یا اپنے آپ کو اس کے لیے تیار نہ کیا ہوا، پس چاہیے کہ تہجد کے ترک ہونے پر آنسو بہائے، کیوں کہ اس آنسو بہانے میں بہت خیر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: اے داؤد جو ساری رات سوئے جنت اس کے لائق نہیں ہے۔

احیاء العلوم کے ترجمہ میں آیا ہے کہ قیام لیل مخلوق پر دشوار ہے۔ مگر جو شخص ظاہر اور باطن شرائط کی موافقت رکھتا ہو اس کے لیے آسان ہے۔ اس کا شرائط ظاہری چار ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ روٹی زیادہ نہ کھائے۔

استاذ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

کیوں کہ اس سبب سے وہ پانی کم پیے گا، اس طرح اس پر نیند غالب ہو گی اور قیام لیل دشوار ہو جائے گی۔ مشائخ روزگار و رواسخ نامدار میں سے ایک کے لیے کھانے کا دستر خوان لگایا گیا۔ شیخ نے بلند آواز سے فرمایا کہ اے مریدان راہ سلوک و یاران جاہ وفلوک روٹی کم کھاؤ گے تاکہ پانی زیادہ پی سکو۔ اور اس سب سے تہجد کے لیے اٹھ سکو۔ بادشاہ اس محفل میں کھڑا ہوا اور بلند آواز سے کہنے لگا۔ ان طالبان راہ خدا و سالکان گاہِ رضا کھانے سے بچو اور خوب پانی پیو تاکہ نیند تمھارے قریب نہ آسکے۔

(قطعہ) ترجمہ: جو شخص سفر جلد طے کرنا چاہے۔ اسے چاہئے کہ اپنے آپ کو ہلکا کرے۔ یہاں تک کہ وہ بوجھ سے ہلکا ہو۔ ہلکا سے بوجھ نہ ہو۔ سالکان کو چاہیے کہ اپنی راہ کو درست رکھیں۔ تحقیق معدہ کھانے کے بوجھ سے تھکان محسوس کرتا ہے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ دن میں سخت کاموں سے اپنے آپ کو بچائے تاکہ جسم میں سبک پن باقی رہے۔ کیوں کہ اس سے اعضا سست اور گراں ہو جاتے ہیں۔ اسی سبب سے اسے نیند زیادہ آئے گی۔ اس لیے اس کیفیت کو باعثِ خواب و موجب عذاب شمار کرے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ قیلولہ سے اپنا ہاتھ نہ اٹھائے کیوں کہ قیلولہ قیام لیل کے لیے قوت اور اس کے اسباب میں سے ہے۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ دن میں خدا کی نافرمانی نہ کرے۔ کیوں کہ عصیان اس دولت کے لیے موجب حرمانی اور اس رفعت کے لیے سبب درمانی ہے۔

(قطعہ) ترجمہ: ہر شخص کو اپنا نصیب بیدار کرنا چاہیے۔ دونوں آنکھوں پر نیند حرام کرنا چاہیے۔ خوب اصول دیکھنے کے لیے چند چیزوں کا التزام کرنا چاہیے۔ دن میں سخت کام سے اپنے کو سبک کرنا چاہیے تاکہ قیام لیل نصیب ہو۔ دیگر قیام شب کے لیے دن میں معدہ کو کھانے سے خالی رکھنا چاہیے۔ ثالث قیلولہ کرنا چاہیے۔ راہ قیام کے توشہ کا اہتمام کرنا چاہیے۔ چہارم عصیان سے بچنا چاہیے تاکہ کام میں گھوڑے کی طرح تیز ہو۔ انفاس گناہ سے دل اندھیرا ہوتا ہے۔ دلھن کی طرح شب قیام کے لیے بیدار رہے۔ اس کا زیور چار چیزوں سے آتا ہے۔ جو شخص جہان میں اسے اپنائے گا وہ عروسِ حجلہ میں قیمتی پتھر ہو گا۔ اشرف اس دولت کو بیداری سے حاصل کر خواب اور کھانے کو احترام سے مار کر۔

حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جرم کے سبب پانچ ماہ تک دولت قیام سے محروم رہا اور ہوا یہ تھا کہ ایک شخص نے ابیات کے سننے کے وقت چیخ بلند کی اور عاشقانہ آواز بنائی۔ اور سخت آواز لے کر میرے پاس پہنچا۔

قطعہ (ترجمہ): جیسے اس کا نوحہ گونجدہ سے ایک بلند چیخ سنی۔ کہ ساتوں آسمانوں کے دل سے اوپر گئی۔ اس جگہ آہ کے شعلہ کو خورشید سایہ کرتا ہے۔ میں نے دل میں تصور کیا کہ اس کی آہ حالتِ سوز نہیں رکھتی۔ اور اس نے ریاکاری کی ہے۔

میسرات باطن یعنی باطنی شرائط بھی چار ہیں۔

پہلی شرط یہ ہے کہ دلوں کو مسلمانوں کے حسد سے بدع جدیدہ اور ایسے دنیاوی فضول کام جس میں پڑنے سے غور وفکر میں فرق آئے اور اس سبب سے قیام شب میسر نہ آسکے بچنا چاہیے، اگر نماز کے لیے کھڑا بھی ہو جائے تب بھی دھیان دو دنیاوی کاموں کی طرف رہے۔

دوسری شرط یہ ہے۔ خوف غالب ہو۔ اگر اپنی کوتاہیوں کے بارے میں سوچے اور احوالِ آخرت پر غور وفکر کرے تو اس کی نیند اڑ جائے۔ جیسا کہ طاؤس نے کہا کہ اگر دوزخ کا ذکر ہو تو میری نیند اڑ جاتی ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ قیام شب کی فضیات

سے متعلق آیات قرآنیہ، احادیث اور آثار یاد ہوں تاکہ اس کی رغبت اور چاہت میں اضافہ ہو جائے اور اس کا اشتیاق مستحکم ہو۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ دوستی اللہ سے ہو اور ایمانی قوت کو مضبوط کرے۔ یہ اشرف سبب ہے۔ کوئی حرف نہ نکالے مگر اپنے پروردگار سے مناجات اور وہ سب پر مطلع بھی ہو۔ جو کچھ اس کے دل میں گذرے ان کا وہ مشاہدہ کرتا ہو۔ اور جو چیزیں خطراتِ خطاب ہیں حق تعالیٰ کو اس کے ساتھ جانے۔ خلوت سے محبت کرتا ہو اور قیام شب کی پابندی اور طویل کرتا ہو۔

(قطعہ) ترجمہ: جس شخص کے لیے قیامِ شب مراد ہو، اس کا مقصود وصلِ خدا ہونا چاہئے۔ بیداری کے ناموس پر ہونا چاہیے۔ خواب آزمائی سے اپنا نصیب بیدار کرتا۔

حق تعالیٰ تمام مسلمانوں کو توفیق قیام وصیام کا رفیق بنائے۔ (آمین)

اس مکتوب گرامی میں حضور مخدوم سید اشرف جہانگیر قدس سرہ نے نماز تہجد کے حوالے سے بڑی عارفانہ نصیحتیں فرمائی ہیں۔ نمازِ رہجد کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ضروری تھی۔ حضرت مخدوم سمنانی نے اس کے تمام موانع پر بھی سیر حاصل تحریر رقم فرمائی ہے۔ سچ اور حق یہ ہے کہ کچھ اہم حاصل کرنے کے لیے قربانی تو دینا ہی پڑتی ہے، پھر ایک سچے بندۂ مومن کی زندگی کا مقصد رضائے رب العالمین ہے۔ رضائے مولا از ہمہ اولیٰ۔ اس لیے ہم ادب سے پہلے اپنے آپ سے اور اس کے بعد سب سے گذارش کرتے ہیں کہ رازِ بندگی حاصل کرو اور ہو سکے تو نمازِ تہجد کے پابند بنو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق خیر عطا فرمائے۔

حجۃ الذاکرین:

ترجمہ: جناب سید تجمل حسین

صفحات: 32

ناشر: بزم قادری 1272، ڈرگ کالونی، کراچی

حضرت سید محمد اشرفی جیلانی پاکستانی نے اپنے اہم مقالے "سید اشرف جہانگیر سمنانی کی علمی، دینی اور روحانی خدمات کا تحقیقی جائزہ" میں "حجۃ الذاکرین" کے تعلق سے تحریر فرمایا ہے:

"یہ رسالہ ذِکر کے موضوع پر تحریر فرمایا، اس میں آپ نے ذکر کی فضیلت، ذکر کی اقسام اور اس کا طریقہ بیان کیا ہے اور قرآن کریم کی آیتوں سے اسے ثابت کیا ہے۔ یہ رسالہ عربی میں ہے اس کا اردو ترجمہ خانوادۂ اشرفیہ کے بزرگ حضرت مولانا حکیم سید عبد الحئ اشرف کچھوچھوی کے حکم سے جناب سید تجمل حسین صاحب نے کیا۔ یہ رسالہ 32 صفحات پر مشتمل ہے، اسے بزم قادری 1272 ڈرگ کالونی، کراچی نے شائع کیا۔ یہ رسالہ راقم کے پاس موجود ہے اس پر سن طباعت درج نہیں ہے اس لیے معلوم نہ ہو سکا کہ کس سن میں زیور طباعت سے آراستہ ہوا، لیکن یہ بات وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ "حجۃ الذاکرین" کا یہ پہلا ترجمہ ہے، غالبًا اس سے قبل ہندوستان میں بھی اس کا کوئی ترجمہ نہیں ہوا۔" (ص:205)

حجۃ الذاکرین مع رسالہ قبریہ:

ترجمہ: حضرت مولانا مفتی رضاء الحق اشرفی، شیخ الحدیث جامع اشرف کچھوچھہ شریف۔

ناشر: جمعیۃ الاشرف، جامع اشرف درگاہ کچھوچھہ شریف، امبیڈکر نگر (یوپی)

سن اشاعت: 2002ء

اس وقت ہمارے سامنے دونوں رسائل کے ترجمے ہیں، جن کے صفحات 20 ہیں۔ آغاز میں ایک صفحہ کا "عرض ناشر" ہے۔ اس میں قلم کار کی جگہ جمعیۃ الاشرف کا نام ہے۔

کتاب کا آغاز حمد وثنا سے کیا گیا ہے، اس کے بعد حضرت مخدوم سید اشرف سمنانی قدس سرہ العزیز نے تحریر فرمایا ہے:

"بعض لوگ استخراج مسئلہ میں خطا کرتے ہیں اور معصیت کو نیکی سمجھ لیتے ہیں اور قرآنی آیات کے معانی کو سمجھے بغیر اور کلام ربانی میں غور وفکر کیے بغیر بے سوچے سمجھے طالبان حق کو فرض نماز کے بعد ذکر کرنے سے روکتے ہیں اور غیر مستند روایات اور غیر مقبول وغیر معتبر باتوں کو بطور دلیل پیش

کرتے ہیں اور آیات قطعیہ کے اشاروں اور احادیث صحیحہ سے بالکل غافل ہوتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے اعتقاد کو سدھارنے اور ان کو غیر مستند روایات اور نامقبول اقوال کو دلیل بنانے سے روکنے کی غرض سے ہم نے یہ نصیحت نامہ تحریر کیا ہے۔ تاکہ جس کے مقدر میں ابدی سعادت ہے وہ نصیحت کے ان قیمتی اور پاکیزہ جواہر اور موتی کو اپنے کانوں سے لگائے اور لایعنی باتوں کو سننے سے پرہیز کرے۔"

(حجۃ الذاکرین، اردو، ص:۴)

اس گراں قدر اقتباس سے کتاب کا پس منظر واضح ہو گیا، اس قسم کے مولویانہ ذہن وفکر کے حامل افراد صدیوں پیش تر بھی تھے، موضوع بھی واضح ہو گیا کہ نماز کے بعد ذکر وفکر تسبیح وتہلیل کرنا جائز ہے یا نہیں۔ آپ نے قرآن وحدیث اور دیگر مضبوط دلائل سے ثابت فرمایا ہے کہ نماز فرض کے بعد تسبیح وتہلیل درست ہے، شکر نعمت کے طور پر واجب ہے۔

آپ اپنی وقیع تحریر کے آغاز میں یہ رقم فرماتے ہیں:

پند عادل ملک بکن در گوش
تابیابی سعادت ابدی

ترجمہ: عادل بادشاہ کی نصیحت کو غور سے سن تاکہ تجھے دائمی سعادت نصیب ہو۔

مزید فرماتے ہیں: "فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ" (سورہ نساء، آیت:103)

ترجمہ: پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کی یاد کرو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹوں پر لیٹے۔

اس کی تفسیر صدرالافاضل سید محمد نعیم الدین اشرفی تحریر فرماتے ہیں:

"یعنی ذکر الٰہی کی ہر حال میں مداومت کرو اور کسی حال میں اللہ کے ذکر سے غافل نہ رہو حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر فرض کی ایک حد مُعیّن فرمائی سوائے ذکر کے اس کی کوئی حد نہ رکھی فرمایا ذکر کرو کھڑے بیٹھے کروٹوں پر لیٹے رات میں ہو یا دن میں خشکی میں ہو یا تری میں سفر میں اور حضر میں غنا میں اور فقر میں تندرستی اور بیماری میں پوشیدہ اور ظاہر۔

مسئلہ: اس سے نمازوں کے بعد بغیر فصل کے کلمہ توحید پڑھنے پر استدلال کیا جا سکتا ہے جیسا کہ مشائخ کی عادت ہے اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

مسئلہ: ذکر میں تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر، ثنا، دعا سب داخل ہیں۔"

اس آیتِ کریمہ کی توضیح میں حضرت مخدوم سید اشرف تحریر فرماتے ہیں:

"اس آیت کا معنی یہ ہے کہ جب تم نماز ادا کر لو تو اللہ کا ذکر کرو، یاد رکھو کہ "فاذکرو" لفظ خاص ہے، جو مخصوص معنی کے لیے موضوع ہوا ہے، یعنی "طَلَبُ الْفِعْلِ بِالْمَصْدَرِ أَيْ طَلَبُ الذِّكْرِ وَتَحْصِيْلُهُ" یعنی ذکر کی طلب۔ لہٰذا فاذکروا سے مقصور ذکر کی طلب ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ہر نماز کے بعد ذکر کرنے کا حکم ہے۔ یا تو یہ حکم استحبابی ہوگا یا وجوبی جیسا کہ آگے اس کی بحث آئے گی۔ علم نحو کی عام کتابوں میں یہ خاص بحث مذکور ہے کہ تمام اصحاب لغت کا اتفاق ہے کہ: فَاءَ تَعْقِيْبَ مَعَ الْوَصْلَ کے لیے آتی ہے لہٰذا مذکورہ آیت کا معنی ہوا: نماز سے فارغ ہو کر ذکر کرو۔ خواہ بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر یا لیٹ کر۔"

اس کے بعد حضور مخدوم سید اشرف نے حضرت امام زاہد کی تفسیر بیان فرمائی ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو جس طرح بھی توفیق ہو اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتہلیل اور تکبیر کے ساتھ یاد کرو۔ "صراح" کے حوالے سے تحریر فرمایا ہے کہ:

"تہلیل کے معنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنا۔"

مزید فرماتے ہیں:

"امام زاہد نے دوسری جگہ یہ حدیث ذکر کی ہے: قال رسول الله ﷺ لا أفضل الذكر بعد القرآن لا إله إلا الله محمد رسول الله.

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن کے بعد سب سے افضل ذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے۔"

اس کے بعد حضرت نے تفسیر مغنی سے آیت کریمہ کی تفسیر نقل فرمائی ہے۔ اس کے بعد حضرت اپنے مرشد گرامی کا ارشاد گرامی بیان فرماتے ہیں:

"میرے پیر دستگیر مرشد حقانی عالم ربانی

قطب العالم قدوۃ العارفین شیخ المشائخ علاء الحق والدین (رحمۃ اللہ علیہ) سے یہ متفق علیہ روایت ہے، انھوں نے فرمایا کہ ”درویش کا دل اس آبکش کنیز کے دل سے مختلف نہیں جو پانی کا گھڑا سر پر رکھ کر چل رہی ہو۔ گھڑا اس کے سر پر ہے اور دل ہر لمحہ اسی سے لگا ہوا ہے کہ کہیں تھوڑی سی غفلت ہوئی تو گھڑا سر سے گر کر ٹوٹ جائے گا اور سارا پانی بہ جائے گا اور ساری محنت برباد ہو جائے گی۔

خاص طور سے نماز کی ادائیگی کے بعد بطور شکر اللہ کا ذکر کرنا چاہیے کہ اس نے فرض وسنن کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائی۔ کیوں کہ فرائض وسنن کی توفیق ایک عظیم نعمت ہے اور ہر نعمت پر شکر واجب ہے، جیسا کہ پیارے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، لہٰذا نمازی پر ضروری ہے کہ اس کی نعمت کے شکرانے کے طور پر اللہ کا ذکر کرے۔“

(حجۃ الذاکرین، ص:7-6)

حضرت مصنف قدس سرہ العزیز نے اپنے موقف کی تائید میں ”نوادر برہانی“ باب اذکار کے حوالے سے امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی نقل فرمایا:

”حضرت عمر سے مروی ہے کہ: جو شخص نماز کی ادائیگی کے بعد فوراً کلمہ طیبہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔ جو دو بار پڑھے گا اس کو انبیا کا ثواب عطا کرے گا اور جو تین بار پڑھے گا اس کو فرشتوں کا ثواب عطا کرے گا۔“ (حجۃ الذاکرین، ص:۷)

حضرت مخدوم سید اشرف اس کے بعد حدیث رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیش فرماتے ہیں:

”اور ”شرح شمائل“ میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نماز کی ادائیگی کے بعد اپنے اصحاب کے ساتھ کلمہ طیبہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔“ (حجۃ الذاکرین، ص:7)

اس کی شرح ”کرخی“ میں ہے کہ:

”ابو حنیفہ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا جو نماز کے بعد کلمہ طیبہ کا ورد کرنے سے منع کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ وہ روافض ہیں، اس سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت لازم آتی ہے، اس لیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ نماز کے بعد فوراً کلمہ طیبہ کا ورد کرتے تھے۔“

اور ”رسالہ مکیہ“ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد گرامی نقل فرمایا ہے۔ حضرت سید اشرف قدس سرہ اپنا شرعی فیصلہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

”میں (اشرف) کہتا ہوں کہ مراد یہ ہے کہ زبان اور دل سے ذکر کرنا فرض ہے۔“

(حجۃ الذاکرین، ص:7)

حضرت مخدوم سید اشرف نے مستحکم دلائل سے اپنے موقف کو ثابت فرمایا ہے، مزید ترکِ ذکر پر تنبیہ کرتے ہوئے دلائل پیش فرماتے ہیں:

(1)- ”اگر ترک ذکر پر کسی کو معذور رکھا جاتا تو حضرت زکریا علیہ السلام کو ضرور رکھا جاتا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اٰیَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ؕ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِیْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْكَارِ ۝“ (آل عمران، آیت:41)

ترجمہ: اے زکریا تیرے اولاد ہونے کی نشانی یہ ہوگی کہ تم لوگوں سے تین دنوں تک بات نہ کرو مگر اشارے سے اور اپنے رب کا خوب ذکر کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو۔“

(2)- اسی طرح ترک ذکر پر کسی کو معذور رکھا جاتا تو غازیوں کو غزوہ کی حالت میں ضرور رکھا جاتا۔ مگر اللہ تعالیٰ“ نے فرمایا: ”یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا لَقِیْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝“ (الانفال، آیت:45)

ترجمہ: اے ایمان والو! دشمنوں سے تمھارا مقابلہ ہو تو جمے رہو اور اللہ کو خوب یاد کرو تاکہ تمھیں کامیابی ملے۔

(3)- قیامت کے دن ساری طاقتیں ختم ہو جائیں گی۔ کیوں کہ وہاں تکلیف [احکام کی بجا آوری کی ذمہ داری] نہیں ہوگی لیکن ذکر ایک ایسی طاعت ہے جس کا سلسلہ وہاں بھی ختم نہیں ہوگا۔“

(حجۃ الذاکرین، ص:8)

----------------------(جاری)

ناموسِ رسالت کے تحفظ میں
مفتی ضیا احمد قادری رضوی کی قلم کاریاں

سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

قلم ہے کوہ سے دریا نکالنے والا
قلم ہے چشمۂ شیریں اچھالنے والا
قلم ہے خنجرِ خونخوار عشق کا رہبر
قلم ہے برقِ شرر بار درد کا خوگر
(توفیق احسن برکاتی)

قلم اور اہل قلم علما و مشائخ کرام:

قلم ایک نعمت ہے، یہ سب قلم ہی کا کمال ہے کہ آج ہمارے سامنے قرآن کریم اور حدیث شریف موجود ہے، یہ بھی قلم ہی کا کرشمہ ہے کہ قرآن وحدیث کے نہ صرف متن محفوظ ہیں بلکہ قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم اور تفاسیر اور احادیث مقدسہ کے تراجم اور شروحات کا ایک وسیع ذخیرہ موجود ہے، یہ بھی قلم ہی کا اعجاز ہے کہ ہمارے پیارے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ ﷺ، آپ کے صحابہ کبار اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی نہایت ہی روشن اور تاب ناک عادات و اطوار اور بلند کردار اور سیرت کے روز و شب ہمارے سامنے ہیں، اسی طرح تابعین کرام اور تبع تابعین، سلف صالحین رضی اللہ عنہم کے نقوش زندگی بھی قلم ہی کے مرہون منت ہیں، ہر دور میں ہمارے علما وصوفیا نے قلم و قرطاس سے اسلام کی نشر و اشاعت میں اپنا بھر پور کردار ادا کیا ہے، اس پر ان کی مختلف موضوعات پر لکھی گئی تصنیفات شاہد و ناطق ہیں، ہماری زبان سے ادا کیے گئے بعض قیمتی کلمات فضا میں بکھر کر رہ جاتے ہیں، اگر زبان سے ادا کیے گئے کلمات کو زیر قلم لایا جائے تو پھر یہ صفحۂ قرطاس پر ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ ہر دور کے علما وصوفیا نے جہاد بالقلم کے محاذ پر باقاعدہ قلم کاریاں فرمائی ہیں، عقیدۂ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے ہمارے کئی علمائے کرام اور مشائخ عظام کے قلم کی جولانیاں اور تابانیاں دیدنی ہیں۔

مرد حق آگاہ امام احمد رضا علیہ الرحمۃ:

چودہویں صدی میں جب برصغیر میں ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ختم نبوت اور ناموس کے خلاف تحریری طور پر فتنوں کا ایک طوفان اٹھا تو بریلی شریف کے ایک مرد حق آگاہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا (1340ھ/1921ء) علیہ الرحمۃ سامنے آئے، ان فتنوں کے خلاف سینہ سپر ہو کر کھڑے ہو گئے، آپ نے ان تمام فتنوں کے سرغنوں کی نہایت دل آزار تحریروں کے تعاقب میں اپنا رہوار قلم ایسے چلایا کہ خنجر خونخوار اور نیزے کا منظر نظر آنے لگا۔

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ کے صاحب زادگان، تلامذہ، خلفا اور معاصرین نے قلمی محاذ پر احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ نہایت احسن انداز میں انجام دیا، عصر حاضر کے رضوی فکر کے علما و مشائخ نے جہاد بالقلم کے محاذ پر سرگرم عمل رہنے والوں میں ایک ممتاز نام علامہ مفتی ضیا احمد قادری رضوی زید مجدہ کا ہے۔

علامہ مفتی ضیا احمد قادری رضوی زید مجدہ:

آپ کی ولادت 25 محرم الحرام 1408ھ/19 ستمبر 1987ء) کو مملکت خداداد پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ضلع وہاڑی کی تحصیل میلسی کے موضع کوٹ مظفر میں ہوئی، آپ کے والد گرامی الحاج میاں فیاض احمد اور دادا میاں قطب الدین ہیں۔

تعلیم و تربیت:

ابتدائی تعلیم و تربیت اپنے والدین سے حاصل کی، اپنے علاقے کے معروف عالم دین حضرت مولانا حافظ عبد الحمید مہروی رحمۃ اللہ علیہ سے قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور یہاں ہی سے پارہ عم سے سورۃ یٰسین شریف تک حفظ بھی کیا اور مدرسہ انوار رسالت میں حافظ

خورشید احمد قادری صاحب سے قرآن کریم حفظ کی تکمیل کی۔

(2001) مدرسہ عربیہ مہریہ تجوید القرآن قادر پور ڈھکو تحصیل کہروڑ پکا ضلع لودھراں میں حضرت علامہ مولانا قاری ضیا محمد مہروی حفظہ اللہ تعالیٰ سے نہایت ہی قلیل عرصہ میں تجوید وقرات کی سند حاصل کی اور امتحان میں ممتاز مع الشرف کے درجہ پر آئے۔

(2001ء) میں ہی جامعہ انوار سلطانیہ حاصل پور میں داخلہ لیا اور یہاں فارسی کی ابتدائی کتب حضرت مولانا مفتی محمد حفیظ اللہ مہروی حفظہ اللہ تعالیٰ سے پڑھیں، یہاں استاد محترم نے آپ کو یہ بشارت دی کہ ضیا احمد ضرور مدرس بنے گا۔

(2002ء) جامعۃ المدینہ فیضان مدینہ کاہنہ نو میں داخلہ لیا، پھر اسی جامعہ کی شاخ جامع مسجد گلزار حبیب گئے اور یہاں عامہ کے امتحان دیے۔ جامعۃ المدینہ عکس گنبد خضریٰ میں ثالثہ کے امتحان دیے، بعد ازاں جامع غوثیہ رضویہ کریم بلاک لاہور میں درجہ رابعہ سے لے کر درس نظامی کی تکمیل تک پڑھا۔

(2010ء) میں سند فراغت حاصل کی، بخاری شریف کی آخری حدیث پاک حضرت مفتی محمد مختار احمد درانی حفظہ اللہ تعالیٰ سے پڑھی اور انھوں نے مفتی صاحب کو اجازت حدیث عطا فرمائی۔

فقیہ العصر حضرت مفتی محمد امین نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو اجازت حدیث مرحمت فرمائی۔ حضور تاج الشریعہ حضرت مولانا مفتی اختر رضا خان علیہ الرحمۃ نے آپ کو صحاح ستہ کی اجازت سے نوازا۔

(2011ء) سے (2014ء) آپ نے یہاں ہی جامع غوثیہ رضویہ میں درس و تدریس کے فرائض سرانجام دیے (2015ء) آپ نے فیضان مدینہ جوہر ٹاؤن لاہور میں تخصص فی الفقہ کی سعادت حاصل کی۔

حضرت سیدنا خواجہ عبد الواحد نقشبندی مجددی المعروف حاجی پیر صاحب علیہ الرحمۃ، تاج الشریعہ مولانا مفتی اختر رضا خان الازہری علیہ الرحمۃ، فضیلۃ الشیخ حضرت العلام مولانا مفتی محمد اطہر علی ہاشمی حفظہ اللہ تعالیٰ، حضرت سیدنا خواجہ بدر الاسلام مجددی حفظہ اللہ تعالیٰ سے روحانی فیوض حاصل کیے۔

خانقاہ عالیہ بریلی شریف سے سند اجازت وخلافت حاصل ہے۔

سفر حرمین شریفین:

(2015ء) میں پہلی بار (2017ء) میں دوسری بار اور (2018ء) میں تیسری بار آپ کو زیارت حرمین شریفین کی سعادت نصیب ہوئی۔ (2007ء) میں آپ نے عراق کا سفر کیا، کربلائے معلی، نجف اشرف اور بغداد شریف کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی۔

دروس قرآن کریم:

(2015ء) میں آپ نے نماز فجر کے بعد درس قرآن کریم کا سلسلہ شروع کیا اور (2020ء) میں درس قرآن کا پہلا دور پایۂ تکمیل کو پہنچا تو حضرت شیخ الاسلام والمسلمین امیر المجاہدین حافظ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ نے آپ کی دستار بندی فرمائی اور وہ بھی اپنے عمامہ شریف سے جو آپ کے ذاتی استعمال میں تھا۔

دوسرا دور (2020ء) سے شروع ہوا جس کے اب تک انیس پارے ہو چکے ہیں۔ اگر آپ کے درس قرآن کریم کو صفحہ قرطاس پر منتقل کیا جائے تو یہ بھی قرآنیات میں ایک گراں قدر اضافہ ہوگا۔

جامعہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات:

آپ نے اپنے علاقہ کوٹ مظفر میں بچیوں کی دینی تعلیم و تربیت کے لیے اپنے زمانہ طالب علمی میں ہی (2005ء) میں جامعہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ للبنات کا قیام عمل میں لائے۔ الحمد للہ نہایت کامیابی و کامرانی سے اس میں درس و تدریس کا عمل جاری و ساری ہے۔ عصر حاضر میں ہمارے دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والے علمائے کرام کی اکثریت اپنے آپ کو مسجد کی امامت وخطابت تک ہی محدود رکھتی ہے اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو امامت کا فریضہ بھی احسن انداز میں سرانجام نہیں دے سکتے۔ (الا ماشاء اللہ)

ایسی مثالیں بہت ہی کم دیکھنے میں آتی ہیں کہ ہمارے دینی مدارس سے فارغ التحصیل ہونے والے کوئی ایسا ہو جو حافظ قرآن ہو، عالم دین ہو، مدرس ہو خطیب ہو اور پھر صاحب قلم بھی ہو۔ ہمارے اسلامی مدارس کے سربراہوں کو اس جانب ضرور توجہ دینی چاہیے، مجھے خوشی ہے کہ میرے ممدوح علامہ مفتی ضیا احمد قادری رضوی زید مجدہ میں یہ تمام اوصاف بدرجۂ اتم موجود ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

آپ ایک عالم باعمل، ایک نہایت ہی محنتی مدرس، حافظ قرآن، منتظم اور ایسے مرد مجاہد ہیں کہ بیک وقت کئی محاذوں پر نہایت مردانہ وار سرگرم ہیں اور فتوحات کے جھنڈے گاڑے ہوئے آگے بڑھ

رہے ہیں۔

طلع البدر علینا:

آپ نے (2016ء) میں جہاد بالقلم کا آغاز کیا، جب حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں قدوم میمنت لزوم فرمایا تو یہاں بنی نجار کی بچیوں نے آپ ﷺ کی تشریف آوری پر نہایت والہانہ انداز میں نعتیہ اشعار پڑھے۔

طلع البدر علینا — من ثنیة الوداع
وجب الشکر علینا — ما دعا للہ داع
ایها المبعوث فینا — جئت بالأمر المطاع

ترجمہ: ٹیلوں کے پیچھے سے چاند طلوع ہو گیا، اللہ تعالی کے لیے پکارنے والے کی دعوت پر، ہمارے لیے شکر ادا کرنا واجب ہو گیا ہے، اے ہمارے حبیب کریم یا آپ واقعی ایسا پیغام لائے ہیں جو قابل اطاعت ہے۔

اللہ اللہ بنی نجار کی بچیوں کے ان نعتیہ استقبالیہ اشعار کو ایسی شہرت عام اور بقائے دوام حاصل ہوا کہ آج شاید ہی کوئی ایسی باذوق مسلمان ہو جس کی زبان پر یہ الہامی اور وجدانی مصرع طلع البدر علینا نہ ہو۔

علامہ مفتی ضیا احمد قادری رضوی زید مجدہ کو مدینہ منورہ کی بنی نجار کی بچیوں کا نعتیہ اور استقبالیہ مصرع دل کو ایسا لگا کہ آپ نے ”طلع البدر علینا“ ہی کے نام سے اپنی پہلی کتاب لکھنے کی سعادت حاصل کی، جس میں آپ نے نہایت ہی عشاقانہ اور محققانہ انداز میں حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی سیرت مبارکہ کے حوالے سے قلم اٹھایا اور موضوع کا حق ادا فرمادیا۔ آپ کی اس پہلی کتاب میں بھی تحفظ ناموس رسالت کا موضوع موجود ہے گویا کہ جہاد بالقلم میں قدم رکھتے ہی مسئلہ ناموس رسالت کی حساسیت، اہمیت وافادیت کو موضوع سخن بنانے کو آپ نے ترجیح دی، واقعی ناموس رسالت کا تحفظ کیے بغیر حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی عظمت و رفعت کا بیان احسن انداز میں احاطۂ تحریر میں نہیں لایا جاسکتا۔

یقیناً ناموس رسالت اور ختم نبوت کا تحفظ ہمارے جہاد بالقلم کا نکتۂ آغاز ہے۔ طلع البدر علینا کو ہی مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے جہاد بالقلم کے نشریاتی محاذ کے لیے مکتبہ طلع البدر علینا کا قیام بھی عمل میں لایا۔ اور اپنی ساری کتاب کو اس کے زیر انتظام شائع کر کے عام کر رہے ہیں، اللھم زد فزد.

آپ نے تدریس اور خطابت کے ساتھ ساتھ نہایت ہی برق رفتاری سے مختلف موضوعات پر خامہ فرسائی فرمائی اور ہر ماہ کوئی نہ کوئی کتاب آپ کی منصۂ شہود پر آئی۔ اب تک چھوٹی بڑی ایک سو کتب نوک قلم سے ترتیب پا چکی ہیں اور ان میں سے تقریباً پچاس زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی اور پچاس زیر طبع ہیں، اللہ تعالی کرے زور قلم اور زیادہ ہو۔

یوں تو آپ کی ہر کتاب میں عشق رسالت ﷺ کے عناصر بدرجۂ اتم موجود ہیں، لیکن یہاں آپ کی چند ایسی کتابوں کا ذکر ضروری خیال کرتا ہوں جن میں آپ نے ناموس رسالت مآب ﷺ کے تحفظ میں اپنی قلم کاریاں دکھائی ہیں۔

اذان حجاز:

یہ عظیم وضخیم کتاب انتیس ابواب پر مشتمل ہے اور یہ ابواب 582 صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، ان ابواب میں مسجد ضرار اور اس کے نمازی، منافقین کو مسجد نبوی شریف سے کیسے نکالا گیا، رسول اللہ ﷺ کی محبت میں رشتہ داری نہیں دیکھی جاتی، بد مذہبوں سے دور رہنے کا بیان، رسول اللہ ﷺ کا لعنت فرمانا، رسول اللہ ﷺ کا دعائے ضرر فرمانا، اس کا ہمارے ساتھ تعلق نہیں، رسول اللہ ﷺ کا جنازہ نہ پڑھانا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا دعائے ضرر کرنا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا درس غیرت، صوفیا اور درس غیرت، بدر میں صرف گستاخوں کو قتل کرنے کا حکم تھا، گستاخ سے سختی کرنا اور سخت کلام اور نفرت کرنا، گستاخوں کی معافی کے حکم کے منسوخ ہونے کا بیان، کافروں کو اب معافی نہیں ہے، گستاخوں کو معاف کرنے کی وجہ؟ جانور اور تحفظ ناموس رسالت، مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات، رسول اللہ ﷺ پر کفار کے مظالم، کفار کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر ظلم، غزوات و سرایا کی درجہ بندی، دجال کے سپاہی۔ میں بالخصوص اور دیگر ابواب میں بالعموم آپ نے نہایت ہی دلائل و براہین کی روشنی میں حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کے گستاخوں، بے دینوں، جہاد کے مخالفین، منافقین اور معاندین و کافرین کے اسلام اور مسلمین کو بدنام کرنے کی فریب کاریوں کا پردہ چاک فرمایا۔ عرض فقیر کے آغاز میں آپ نے امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا ایک ایسا فرمان شریف نقل فرمایا ہے جو آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہے، یہ فرمان شریف آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

"جب کوئی گستاخی کرے تو گستاخ کو جواب دینا لازم ہے اور لوگ اس معاملے میں سستی کا شکار ہیں اور اسے پرہیزگاری سمجھتے ہیں، حقیقت میں تقویٰ یہی ہے کہ گستاخوں کو بھرپور جواب دیا جائے۔"

اس فرمان امام احمد رضا علیہ الرحمۃ سے وہ تمام علما و مشائخ درس عبرت لیں جو سرعام گستاخیاں اور بے باکیاں دیکھ کر بھی خاموش رہنے کو ہی تقویٰ اور پرہیزگاری کا نام دیتے ہیں، جو مردہ یزید سے تو برملا نفرت کا اظہار کرتے ہیں لیکن یزیدان عصر کی محبت میں گرفتار نظر آتے ہیں، فاضل مصنف حضرت علامہ مفتی ضیا احمد قادری رضوی زید مجدہ حجاز مقدس سے بلند ہونے والی اذان کی غرض و غایت عامۃ المسلمین کے لیے احاطۂ تحریر میں لے آئے، آپ کی یہ کتاب (1438ھ/2019ء) پہلی بار شائع ہو کر سامنے آئی۔

صوفیاے کرام کی مجاہدانہ زندگی اور موجودہ خانقاہی نظام:

آپ کی یہ کتاب نہایت ہی وقیع ور فیع دو ضخیم جلدوں میں پہلی بار (1439ھ/2017ء) میں شائع ہو کر سامنے آئی، دونوں جلدوں کے سولہ سو صفحات ہیں اور یہ اپنے موضوع پر ایک انوکھی کتاب ہے، جس میں آپ نے نہایت عرق ریزی اور جان سوزی سے صوفیاے کرام کی دعوت عزیمت کو احاطۂ تحریر میں لایا ہے، آپ نے حقائق کے اجالے میں یہ کتاب ترتیب دی ہے، اس کی سطر سطر سے آپ کی محنت اور تحقیق ظاہر و باہر ہے۔ آپ نے ثابت فرمایا کہ ہمارے صوفیاے کرام حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی محبت کے اسیر تھے، آپ کی سنتوں کے عاشق زار تھے، اہل بیت اطہار اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعلیمات کے علم بردار تھے، تمام گستاخوں سے بے زار تھے، ہمیشہ یہود و نصاریٰ کی ریشہ دوانیوں کے خلاف برسرِ پیکار تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی برہان اور غیرت دینی کی ایک للکار تھے، آپ نے اس کتاب میں نہایت ہی جرات و استقامت سے موجودہ خانقاہی نظام کو صوفیاے کرام کی مجاہدانہ زندگی کا آئینہ دکھا دیا اور صاف بتادیا ہے کہ ہمارے اسلاف کرام نے ناموس رسالت کے تحفظ کے لیے ہمیشہ عزیمت کا راستہ اختیار کیا ہے، انھوں نے کبھی بھی رخصت کی راہ اختیار نہیں فرمائی، یہ ایسی کتاب ہے جو ہر خانقاہ کے کتب خانے میں پہنچنی چاہیے، تاکہ سجادہ نشین اس کا مطالعہ کریں اور اپنے اکابر صوفیاے کرام کی مجاہدانہ اور سرفروشانہ زندگی سے اپنے اندر حرارت پیدا کریں۔

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسم شبیری

دی مسیج فلم اور ایمان کا زوال:

دی مسیج نامی فلم جو حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کے مقدس زمانے کے واقعات پر مشتمل ہے، اس میں صرف حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی ذات اقدس کو چھوڑ کر تمام صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے نام سے کرداروں کو پیش کیا گیا، تین سو تیرہ بدری صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بھی میدان بدر میں دکھائے گئے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں پر کردار مختلف اداکاروں، فنکاروں اور مراثیوں نے ادا کیے، ایک شخص کو ابوجہل دکھایا گیا ہے، اور وہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی شان میں ہرزہ سرائی کر رہا ہے کوئی مجنون تو کوئی کاہن اور کوئی ساحر بک رہا ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ نقل کفر کفر نباشد۔

اس فلم میں حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی نہایت واضح گستاخی اور توہین ہے اور مراثیوں کا اپنے آپ کو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے روپ میں ظاہر کرنا یہ حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کی صریح گستاخی اور توہین ہے، ایسی گستاخانہ فلم پرائیوٹ چینل جیو نیوز پر دکھائی گئی تو میرے ممدوح مفتی ضیاء احمد قادری رضوی زید مجدہ کی رگ غیرت و حمیت پھڑکی، آپ نے قلم اٹھایا اور اس فتنۂ عظیمہ کا تعاقب فرمایا، آپ کا محاکمہ "دی مسیج فلم اور ایمان کا زوال" کے نام سے (1438ھ/2017ء) میں شائع ہو کر سامنے آئی۔ آپ نے اس مختصر مگر جامع کتاب میں فلم بنانے کا مقصد، فلم بنانے والوں کا تعارف، اس کی شرعی خرابیاں، علماے اہل سنت کے فتاویٰ، گستاخوں کے خلاف حضور تاجدار ختم نبوت ﷺ کے گیارہ فیصلے اور آخر میں فتوی فی حرمت تصویر الانبیا علیہم السلام کا خلاصہ بھی دے دیا ہے، تمام اہل اسلام کو آگے بڑھنا چاہئے اور اس قسم کی بے ہودہ اور گستاخان فلموں کے خلاف بھرپور احتجاج اور رد کرنا چاہیے، اس قسم کی فلمیں اسلام کے خلاف ایک گہری سازش کا شاخسانہ ہیں، یقیناً ایسی بے ہودہ اور گستاخانہ فلمیں ہمارے ایمان کے زوال کا سبب بن سکتی ہیں۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو جاگتے رہیو چوروں کی رکھوالی ہے

--------------(جاری)

سوشل میڈیا-فکر انگیز مباحث

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر وبصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں۔ ہم اربابِ قلم اور علمائے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں۔ از: مبارک حسین مصباحی

نومبر 2021 کا عنوان	اسمبلی انتخابات میں مسلمان کیا کریں؟
دسمبر 2021 کا عنوان	سلسلہ قادریہ کے چند اکابر

میڈیا کا رول اور ہمارا معاشرہ

محمد حیدر رضا

میڈیا جمہوریت کا چوتھا ستون ہے اور یہ ستون آج انتہائی طاقت ور ہو گیا ہے، اتنا کہ اگر باقی تین ستونوں (مقننہ، عاملہ، عدلیہ) میں سے کسی ایک میں ذرا بھی لغزش پیدا ہوتی ہے تو یہ اس کو تھام لیتا ہے اور اس طرح جمہوریت کی عمارت پھر پہلے کی طرح محفوظ ہو جاتی ہے، یہاں میڈیا کو پوری آزادی حاصل ہے، جس سیاست داں سے چاہے سوال کر سکتا ہے۔

آج ہندوستان میں 350 سے زیادہ ٹی وی چینل ہیں، جن میں تقریباً ۴۰ نیوز چینل ہیں۔ یہ میڈیا کا فروغ ہی ہے کہ بھارت دنیا کا تیسرا بڑا ٹیلی ویژن مارکیٹ بن گیا ہے۔

میڈیا کا تعارف: آگے بڑھنے سے پہلے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میڈیا کی اصل پر روشنی ڈالی جائے۔ "Media" اصل میں لاطینی زبان کے لفظ "Medium" کی جمع ہے اور Medium لاطینی زبان میں اس سامان کو کہا جاتا ہے جو کسی دوسری چیز کو ڈھوئے، منتقل کرے، لیکن انگریزی میں لفظ "Media "Collectibve "Singular" کے طور پر استعمال ہوتا ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے لفظ "Data" لاطینی کے لفظ "Datum" کی جمع ہے، جس کا مطلب ہوتا ہے وہ چیز جو دی جائے، مگر انگریزی میں بطور واحد قبول کیا گیا ہے۔ آسان لفظوں میں اس کی تعریف یوں کی جا سکتی ہے۔

Media is the means to communicate the mass۔ یعنی میڈیا لوگوں سے رابطے کا ایک ذریعہ ہے۔

میڈیا کی اہمیت: اب جب کہ مارشل میکلوہان کے مطابق آج کی دنیا "عالمی گاؤں" (Global Village) میں تبدیل ہو گئی ہے، میڈیا کی اہمیت پر زیادہ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، تاہم راقم اتنا ضرور عرض کرے گا کہ میڈیا کی اہمیت اور اس کی طاقت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ وہ صحیح کو غلط، غلط کو صحیح، مجرم کو بے قصور اور بے قصور کو قصوروار ثابت کر سکتا ہے، جیسا کہ میلکم ایکس نے کہا تھا کہ:

The media, the most powerful entity on earth, they have the power to make the innocent guilty, and the guilty innocent, because they control the minds of the masses.

میڈیا کے اقسام:

(1) یوں تو میڈیا کا آغاز اخبارات ورسائل کی صورت میں بہت پہلے ہوا ہے، اور ایک لمبے زمانے تک یہی لوگوں سے رابطے کا

واحد ذریعہ بنا رہا اور اپنا کام بحسن وخوبی انجام دیتا رہا، جدید تقسیم کے مطابق اسے Print Media کہا جاتا ہے۔

(2) پھر بیسوی صدی میں میڈیا میں اس وقت حیرت انگیز ترقی ہوئی، جب ٹیلی ویژن نے اپنی موجودگی عالم رنگ و بو میں درج کرائی، لیکن یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے کہ اس نے اپنا فرض منصبی کم اور مشرقی تہذیب وتمدن کو ملیامیٹ کرنے اور فحاشی وعریانیت کو فروغ دینے کا زیادہ کام کیا۔ یہ قسم "Electronic Media" کے نام سے جانی جاتی ہے۔

(3) اور اخیر میں موجودہ صدی میں میڈیا کی وہ نوع وجود پذیر ہوئی جسے ہم اور آپ "Social Media" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ یعنی فیس بک، ٹویٹر وغیرہ۔ اس طرح کی ایجادات کی افادیت سے کسی صاحب خرد کو مجال انکار نہیں، تاہم ہمیں اس حقیقت کے اعتراف سے منہ نہیں چرانا چاہیے کہ آج مدارس، اسکول، کالجز اور یونیورسٹیز کے طلبہ کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہی چیزوں میں الجھ کر اپنا مستقبل خود تاریک کر رہی ہے، نیز بہت سے فرقہ وارانہ فسادات اسی سوشل میڈیا کے رہین منت ہیں۔

میڈیا کی بے ہودگی: جیسا کہ ما قبل میں عرض کیا گیا کہ ہندوستان میں ٹی وی چینلز کی بہتات ہے، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ان کے درمیان سخت مقابلہ آرائی ہے۔ اور یہ نبرد آزمائی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ اپنا TRP بڑھانے کی خاطر یہ کچھ بھی کر سکتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ بسا اوقات Breaking News میں ایسی خبریں پیش کی جاتی ہے کہ وہ اس زمرے میں تو در کنار کسی بھی مہذب سماج میں نیوز کا درجہ ہی نہیں رکھتیں۔

میڈیا کی بے ہودگی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ سنسنی خیزی کو بری طرح بڑھاوا مل رہا ہے اور اس مقصد کے لیے غیر اخلاقی طریقہ کار اپنانے سے بھی گریز نہیں کیا جاتا۔ حتیٰ کہ اگر کسی عصمت دری کی رپورٹنگ کرنی ہو اور واقعہ کی کوئی تصویر اس کے پاس نہ ہو تو فرضی کردار کے ذریعہ اس حادثے کی ایکٹنگ کروائی جاتی ہے اور ان کی تصویر کشی کر کے رپورٹ کے ساتھ اسے دکھایا جاتا ہے۔ Reenactment کے اس عمل میں اصل واقعہ اور اس کے اہم پہلوؤں کو دکھانے کے بجائے اس کی جنسی پہلوؤں کو زیادہ ابھارا جاتا ہے۔

میڈیا کی بدلتی ذہنیت: ماضی قریب کے دو واقعات نے میڈیا کی ذہنیت کو کافی حد تک تبدیل کر دیا ہے وہ دو واقعے یہ ہیں: شہادت بابری مسجد (6 دسمبر 1992ء) اور عالمی تجارتی مرکز (ورلڈ ٹریڈ سینٹر) پر حملہ (11 ستمبر 2001ء) اول الذکر نے ہندوستانی میڈیا کو اتنا متاثر نہیں کیا جتنا موخر الذکر نے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مغربی میڈیا کے حواس پر 11-9 کا حملہ چھایا ہوا ہے اور ہمارا میڈیا اس کی پیروی میں دوسرے ممالک کے میڈیا سے کوسوں آگے ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج اس کے پاس دو عینک ہیں، ایک عینک سے وہ مسلمانوں کو دیکھتا ہے، جس سے وہ دہشت گرد، تخریب پسند اور دقیانوسی افکار وخیالات کے حامل نظر آتے ہیں اور دوسرا چشمہ وہ ہے جس سے بقیہ سارے لوگوں پر نگاہ ڈالتا ہے، جس میں بڑے بڑے جرائم پیشہ افراد بھی بے گناہ دکھتے ہیں، حد تو یہ ہے کہ فرقہ وارانہ فکر و ذہنیت کو وطن پرستی کا نام دیا جاتا ہے اور غریبوں کی خون چسائی پر صنعت کاروں کے ظلم وجبر پر پردہ ڈالا جاتا ہے۔

راقم کا عنوان دو حصے پر مشتمل ہے: (۱) میڈیا (۲) ہمارا معاشرہ۔ میرے خیال میں مذکورہ بالا سطور میں موضوع کے پہلے جز پر کافی حد تک روشنی پڑ چکی ہے۔ اس لیے اب دوسرے حصہ یعنی ہندوستانی سماج میں اس کے کردار کی کچھ تفصیلات نذر قارئین ہیں۔

ہمارے معاشرے میں میڈیا کا کردار: یہ صحیح ہے کہ ہر شے کے مثبت اور منفی دو پہلو ہوتے ہیں اور یہ کلیہ میڈیا پر بھی صادق آتا ہے، لیکن یہ بھی حق ہے کہ آج مسلمانوں کے تئیں ہندوستانی میڈیا کا منفی کردار اس قدر غالب ہو گیا ہے کہ کچھ لوگ اسے سب وشتم کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں، تاہم یہ بھی سچائی ہے کہ اس نے بہت سے معاملات میں غیر جانب دار رہ کر اپنے مثبت کردار کو اجاگر کیا ہے۔ ذیل میں دونوں کرداروں پر قدرے روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

"الاکثر اقدم" کے مطابق پہلے میڈیا کا منفی رول ملاحظہ کریں۔

(1) اسلام دشمنی: ہندوستانی معاشرے میں میڈیا کے منفی رول نبھانے کی سب سے بری مثال اس کی اسلام دشمنی ہے۔ اسلام کے قوانین اور تعزیرات کو وحشیانہ گردانا، اسلامی حجاب کو ترقی کی راہ میں رکاوٹ ماننا اور جہاد کو دہشت گردی سمجھنا اور اس کا پروپگینڈہ کرنا میڈیا نے اپنا فرض منصبی خیال کر رکھا ہے۔ جب کہ اسلامی اصول سرتا

پار حمت ہیں، اور ہر وہ شخص اس کا اعتراف کرتا نظر آتا ہے، جو مذہبی عصبیت اور جانب داری سے پاک ہو، جیسا کہ ہم نے پچھلے سال مشہور زمانہ ”نربھیا کیس“ میں سزا کی تجویز کے حوالے سے دیکھا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ کچھ لوگوں کی وہ موقع پرستی بقول شاعر: ”جب دیا رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا“ کے مطابق تھی۔

ذیل میں انگریزی روزنامہ ”ہندوستان ٹائمز“ کا ایک اقتباس نذر قارئین ہے، پڑھیں اور غور کریں کہ اخبار نے کس قدر اسلام دشمنی کا مظاہرہ کیا ہے۔ چناں چہ اخبار لکھتا ہے:

”مذہبی ہٹ دھرمی اور اسلامی بنیاد پرستی سے بھی ایسا ہی خطرہ ہے جیسا دوسری جنگ عظیم سے قبل فاشسٹوں سے تھا۔ افغانستان سے ایران، عراق، سعودی عرب اور مصر تک کے ملکوں کے سماجی اور سیاسی حالات پر نظر ڈالنے سے حکومتوں کے جابرانہ نظام کا پتہ چلتا ہے اور اسلامی کٹرپن سے یہ صورت حال اور بھی بوجھل ہوگئی ہے۔“

(بحوالہ۔ میڈیا، روپ اور بہروپ، ص:43)

(2) میڈیا ٹرائل: ہندوستانی پولیس اور تفتیش کاروں کو بڑا آرام ہے، اس لیے کہ انھیں دہشت گردانہ واقعات کے بعد حقیقی مجرمین کو تلاش کرنا نہیں پڑتا، یہاں ایک پرانا نسخہ ہے، جس کی روشنی میں ذمہ داروں تک رسائی ہو جاتی ہے اور وہ اصول یہ ہے کہ اس طرح کے حادثات کے انجام دینے والے وہ افراد ہوتے ہیں جو اسلامی نام کے حامل ہوتے ہیں۔ بس پھر کیا، کہیں بھی دھماکہ ہو، چاہے مزار میں یا مسجد میں، شبہے کی بنا پر کچھ مسلمانوں کو گرفتار کر لیا جاتا ہے اور آگے کی ذمہ داری ”وفادار“ میڈیا اپنے کندھوں پر اٹھا لیتا ہے۔

اخبارات میں ان کے خلاف مضامین لکھے جاتے ہیں، خبریں چھپتی ہیں اور ٹیلی ویژن پر رات دن ان بے گناہوں کو مجرم ثابت کرنے کی نا پاک کوششیں کی جاتی ہیں اور پھر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگ عدالت کی جانب سے فیصلہ سنائے جانے سے پہلے ہی لوگوں کی نگاہوں میں دہشت گرد معلوم ہوتے ہیں اور یہ سب کرم فرمائیاں میڈیا کی ہوتی ہیں۔

حد تو اس وقت ہوتی ہے جب عدالت ایسے لوگوں کو رہا کرتی ہے۔ تب میڈیا کو سانپ سونگھ لیتا ہے۔ اولاً تو برات کی وہ خبر چھاپی ہی نہیں جاتی اور اگر احساس ذمہ داری نے بہت مجبور کر دیا تو کسی کونے میں مختصر سرخی لگا کر سبک دوشی کا جشن منایا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ میڈیا ٹرائل کا صرف یہی نقصان نہیں ہے کہ اس کے سبب پولیس اپنے فرض کی ادائیگی میں سستی برت رہی ہے، بلکہ اس کا بھی بھیانک اندیشہ رہتا ہے کہ جب ایک بے گناہ آدمی دہشت گرد ثابت کر دیا جاتا ہے تو عدلیہ سے چھوٹنے کے بعد ممکن ہے کہ نا سمجھی میں وہ اسے حقیقت میں بدلنا چاہے۔

(3) مدارس اسلامیہ نشانے پر: یوں تو شروع سے اسلامی مدرسے میڈیا کی نظر میں کانٹا بن کر چبھتے رہے ہیں، مگر پچھلی دہائی سے میڈیا نے ان کے خلاف کھلم کھلا محاذ کھول رکھا ہے۔ مدارس کو دہشت گردی کا اڈہ بتانا، میڈیا کی دل چسپی کا خاص سامان رہا ہے۔ مگر شکر ہے اللہ عزوجل کا کہ سرتوڑ کوشش کے باوجود اب تک اسے ثابت کرنے میں میڈیا کو منہ کی کھانی پڑی ہے پھر بھی اس نے سعی لاحاصل میں کبھی کمی نہیں کی۔ چناں چہ 2فروری 2003 کے شمارے میں ہندی کے مشہور اخبار ”دینک جاگرن“ میں ہردیہ نارائن دیکشت ”مدرسہ تعلیم کے نقصانات“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

”اسلام اور مدرسہ تعلیم میں قوم، قومیت اور دیش بھکتی کے لیے کوئی سبق نہیں ہے۔ یہ مدرسے قومیت مخالف پلٹنیں تیار کرنے والے اسکول ہیں۔ آئی ایس آئی، سیمی القاعدہ جیسی خطرناک تنظیموں اور مدرسے تعلیم کے مقاصد الگ نہیں ہیں، یہ سب اسلامی دنیا کی تعمیر و تشکیل میں لگے ہیں اور ہندوستان ان کا پہلا نشانہ ہے۔ ہندوستان میں نئے اورنگ زیب غوری اور غزنوی پیدا کرنا مدرسہ تعلیم کا مقصد ہے۔“

(بحوالہ میڈیا روپ اور بہروپ، ص 61-20)

(4) ہندو جانب داری: وہی میڈیا جو دہشت گردی کو ملک کی سلامتی کے لیے سب سے بڑا خطرہ تصور کرتا ہے، تعجب ہوتا ہے کہ جب کوئی ہندو اس طرح کے واقعہ میں ملوث ہوتا ہے تو وہ کس طرح چپی سادھ لیتا ہے۔ میڈیا کی ہندو دوستی کا عالم یہ ہے کہ بہت سی فرقہ پرست تنظیمیں مثلاً آر ایس ایس، وشو ہندو پریشد وغیرہ ایک عرصہ سے تخریب کاری میں مبتلا ہیں مگر میڈیا نے کبھی بھی ان کی سرگرمیوں کو دہشت گردی کا نام نہیں دیا۔ اور اس کے برخلاف میڈیا نے ”انڈین مجاہدین“ نام کی ایک ایسی فرضی تنظیم گڑھ رکھی ہے، جس کے وجود کا اثبات ہمیشہ سے میڈیا کے لیے دردِ سر رہا ہے۔ اس خیالی جتھے نے میڈیا اور تفتیش کار دونوں کا کام نہایت آسان کر دیا ہے اور باقی کام

میڈیا اپنے سر لے لیتا ہے۔

ابھی حال ہی میں میڈیا نے مصر کی سیاسی تنظیم "اخوان المسلمین" پر کرم فرمائی کرتے ہوئے اسے "دہشت گردی" کی ڈگری عطا کی ہے۔

ذیل میں ایک واقعہ پیش کیا جاتا ہے، جس سے میڈیا کی ہندو نوازی کا بہت حد تک اندازہ لگایا جاسکتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ:

اپریل 2007 میں "بجرنگ دل" اور "وشو ہندو پریشد" کے مشہور کارکن کے گھر میں بم سازی کے وقت دو آدمی کی موت ہو گئی۔ پولیس والوں نے جائے حادثہ سے بچ نکلنے والے ایک عینی شاہد سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے Barain Maping میں یہ قبول کیا کہ اس واقعہ میں مرنے والے لوگوں نے ہی 2003 میں پربھنی مسجد کے باہر دھماکہ کیا تھا۔ اعتراف کی اس خبر کو میڈیا نے کوئی اہمیت نہ دی (دیتا بھی کیسے؟ وہ تو اس کی پالیسی سے متصادم تھا) ممکن ہے، کچھ اخبارات نے مختصر سرخی لگا کر کہیں چھاپ دیا ہو۔ (بحوالہ میڈیا روپ اور بہروپ، ص:15)

مگر ان سب کے باوجود خوشی کا مقام یہ ہے کہ کہتے ہیں کہ "حق وہ ہے جو سر چڑھ کر بولے" کے مطابق ہیمنت کرکرے جیسے حقیقت پسند پولیس افسر نے کافی حد تک ہندو دہشت گردی کا چہرہ بے نقاب کر دیا ہے اور ابھی حال ہی میں سبھاش گتاڑے نے کرکرے کے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے ہندو تخریب کاری پر انگریزی میں ایک کتاب لکھی ہے۔ "گوڈسے کی اولاد بھگوا دہشت گردی" کے نام سے اس کا اردو ترجمہ بھی منظر عام پر آچکا ہے۔

(5) عوامی مسائل کے بجائے رنگینیوں پر زور:

میڈیا کا سب سے بڑا فریضہ یہ ہے کہ وہ حکومت کی سرگرمیوں سے عوام کو باخبر رکھے، نیز ان کی پریشانیوں کو منظر عام پر لائے تاکہ گورنمنٹ ان کے حل کی سعی کرے۔ لیکن افسوس! آج میڈیا عوامی مسائل پر اتنی توجہ نہیں دیتا جتنی اسے دینی چاہیے تھی۔ اس کے برخلاف فلمی اداکاروں، اور کھلاڑیوں کی نجی زندگی سے متعلق امور سے میڈیا زیادہ دلچسپی رکھتا ہے۔ جن سے لوگ کچھ لمحے کے لیے لطف اندوز تو ضرور ہو جاتے ہیں مگر ان بے چاروں کا اس سے کچھ بھلا ہونے والا نہیں ہوتا، لیکن واضح رہے کہ میڈیا کی اس خامی کے لیے ہمارا بدلتا رویہ بھی کچھ کم ذمہ دار نہیں ہے۔

(6) حد سے زیادہ اشتہار: مادہ پرستی کے بھوت نے پوری دنیا کو اپنی چپیٹ میں لے لیا ہے۔ زندگی کے کسی بھی شعبے کے افسر کو اپنی ذمہ داری کا احساس کم اور زیادہ سے زیادہ بینک بیلنس بنانے کی خواہش زیادہ رہتی ہے۔ ایسی صورت حال میں میڈیا اس سے کیوں کر اچھوت رہ سکتا تھا؟ چناں چہ بیش از بیش دولت ہتھیانے کے معاملے میں یہ بھی دوسروں سے پیچھے نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ ایک اخبار میں جتنی گنجائش اشتہارات کی ہوتی ہے، اس سے کئی گنا زیادہ اشتہارات دیے جاتے ہیں، جس سے اخبار اپنی دولت کی بھوک مٹاتا ہے۔

میرا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ اڈ نہیں ہونا چاہیے، بالکل ہو اور اخبار جتنا چاہیے اڈ دے، مگر اخبار کے مستقل صفحات کے علاوہ اس مقصد کے لیے کچھ صفحات مخصوص ہوں، جو اس غرض کے لیے استعمال کیے جائیں، ظاہر ہے جب کسی نیوز پیپر کے پرمانٹ پیج پر جتنا زیادہ اشتہار آئے گا اتنی ہی کم خبر چھپ پائے گی، جو میڈیا کے مقصد اصلی سے متصادم ہے۔

(7) پیڈ نیوز کی لعنت: ایک ایسے ماحول میں جب کہ رشوت ستانی عروج پر ہو میڈیا سے یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ وہ بہتی گنگا میں ڈبکی نہ لگائے۔ ہاں یہاں یہ فرق ضرور ہے کہ اسے رشوت کا نام نہیں دیا جاتا بلکہ "پیڈ نیوز" کے عنوان سے پکارا جاتا ہے۔ اس کے تحت کوئی بھی ٹی وی چینل یا اخبار، فرد یا جماعت سے موٹی رقم وصول کرتا ہے اور پھر اس کی خواہش کے مطابق خبر شائع کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جہاں اس طرح کی مارکیٹنگ ہونے لگے تو پھر وہاں سچائی کی امید پالنے سے سوائے حسرت و یاس کے اور کیا ہاتھ آسکتا ہے۔

(8) بڑے لوگوں کا خیال اور لاچاروں سے بے اعتنائی: یہاں میڈیا کی ایک بڑی خامی یہ بھی ہے کہ وہ واقعے کی سنگینی یا متعلق کو نہیں دیکھتا، بلکہ اس کی نظر اس پر ہوتی ہے کہ حادثے سے متعلق کون ہے، اگر واقعہ صاحب طاقت کا ہے تو اسے شائع کیا جاتا ہے ورنہ ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا جاتا ہے۔

دسمبر 2012 میں پیرا میڈکل کی ایک طالبہ کی اجتماعی عصمت دری ہوئی تھی، اس واقعے سے نہ صرف ملک ہل گیا تھا بلکہ بین الاقوامی سطح پر بدنامی بھی جھیلنی پڑی تھی میڈیا نے اسے اتنا زیادہ اچھالا اتنی ہائے توبہ مچائی کہ محسوس ہونے لگا تھا کہ اب ہمارا میڈیا یقینا اس طرح کے ظلم کو برداشت نہیں کرے گا بلکہ وہ جرم کو منظر عام پر لا کر ملزم کو سزا دلوا کر رہے گا۔

یہ تو ایک رخ میڈیا ہے کا، لیکن یہاں ایک دوسرا چہرہ یہ بھی ہے کہ ستمبر 2013 میں مظفر نگر اور اس کے مضافات میں بھڑکے فرقہ وارانہ فسادات کے موقع سے بہت سی بیٹیوں کی آبرو ریزی ہوئی تھی۔ لیکن اس وقت یہی میڈیا گونگا بن گیا تھا کبھی بھی اخبارات میں اس حوالے سے خبریں شائع نہیں ہوئیں۔ وجہ صاف ہے دہلی کی متاثرہ لڑکی بڑے گھر کی بیٹی تھی میڈیکل کی طالبہ تھی اور مظفر نگر کی یہ خواتین غریب گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔

یہ فہرست اور طویل ہو سکتی ہے مگر "عقل مند را اشارہ کافی است" کے مطابق یہاں محض ایک مثال پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

اور اب میڈیا کے مثبت رول کو پیش کیا جا رہا ہے۔

میڈیا کا مثبت رول:

(1) بدعنوانی کا انکشاف: تیزی سے ترقی کے مراحل طے کر رہے ہندوستان کو بدعنوانی نے پیچھے دھکیل دیا ہے بڑے بڑے سیاست داں کچھ عرصہ سے کالا مال یہاں سے لے جا کر سوئس بینکوں میں جمع کر رہے ہیں اور اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں، اس موقع پر میڈیا نے بہت اچھا رول نبھایا اور بدعنوانی کے کئی واقعات سے پردہ اٹھایا۔ چناں چہ 2 جی اسپکٹرم گھوٹالا، آدرش سوسائٹی ہاؤس گھوٹالا، کوئلہ گھوٹالے کا راز فاش کرنے میں میڈیا نے قابل ستائش کردار ادا کیا ہے اور اسی میڈیا کی بدولت آج بہت سے بدعنوان سیاست داں اور افسر ان جیل کی ہوا کھانے پر مجبور ہیں۔

(2) باباؤں اور دوسرے معزز افراد کی حقیقت کشائی: تعجب ہے کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی کچھ لوگ جھوٹے باباؤں کے فریب میں آجاتے ہیں اور انھیں پتہ نہیں کیا کیا سمجھ بیٹھتے ہیں ایسا ہی کچھ بابا آسارام کے ساتھ تھا، لوگ اسے بھگوان اور نہ جانے کیا کیا مانتے تھے کسی کو یہ بھی معلوم نہیں تھا کہ باباگیری کی آڑ میں یہ شخص کیس گندی حرکتیں کر رہا ہے اور حیرت تو یہ ہے کہ اس کے اثر و رسوخ کو دیکھتے ہوئے کسی متاثرہ نے اس کے خلاف زبان کھولنے کی ہمت نہیں کی، مگر آخر یہ طلسم ٹوٹا اور ایک لڑکی نے اس کے خلاف عصمت دری کا کیس درج کرایا۔ یہاں میڈیا کی تعریف کرنی ہوگی کہ وہ حرکت میں آیا اور معاملے کو سنجیدگی سے لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے آسارام عزت و رفعت کے اوج ثریا سے ذلت و خواری کے قعر عمیق میں جا گرا اور پھر اس کے بیٹے سائیں رام کی بھی میڈیا نے قاعدے سے خبر لی، ایسے ہی "تہلکہ" میگزین کے ایڈیٹر ترون تیج پال اور جسٹس گانگولی کی جنسی زیادتی کی حقیقت منظر عام پر اس لیے آسکی کہ میڈیا نے پھرتی دکھائی۔

(3) فسادات کی کوریج: گو پوری غیر جانب داری کے ساتھ فسادات کی کوریج نہیں ہو پاتی، تاہم یہ بھی سچ ہے کہ اگر 2002 کے گجرات فسادات کے موقع سے الیکٹرانک میڈیا میں "اسٹار نیوز" اور پرنٹ میڈیا میں "انڈین ایکس پریس" نے ظالموں اور مظلوموں، فسادیوں اور بے قصوروں اور قاتلوں اور مقتولوں کے نام ظاہر نہ کیے ہوتے تو شاید کوریج یک طرفہ ہو جاتی اور صحیح صورت حال سامنے نہیں آپاتی۔ اس کے لیے وہ دونوں قابل ستائش ہیں۔

اختتام: نتیجے کے طور پر ہم یہ کہ سکتے ہیں کہ میڈیا اگرچہ مسلمانوں کے تئیں منفی رویہ رکھتا ہے، جس سے اس کے کردار پر دھبہ لگا ہوا ہے، تاہم اس کے مثبت اور نفع بخش رول سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

☆☆☆☆☆

سوشل میڈیا کے فوائد و نقصانات

وزیر احمد مصباحی

کہتے ہیں کہ کوئی بھی شئی بذاتِ خود بری یا اچھی نہیں ہوتی، بلکہ وہ اپنے استعمال کرنے والوں پر منحصر ہوتی ہے کہ وہ اسے کس طرح استعمال کرتے ہیں۔ اگر وہ خیر کے کاموں اور اخوت و بھائی چارہ کے فروغ میں استعمال کرتے ہیں تو کہا جائے گا کہ وہ شئی بہتر اور درست جگہ پر استعمال کی جا رہی ہے۔ لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہو جائے اور خیر کے کاموں میں نہ لا کر اسے محض برائیوں اور فحاشیوں کا اڈہ بنا دیا جائے تو پھر یہی چیز عند الناس محبوب ہونے کی بجائے ناپسندیدہ اور قبیح سمجھی جانے لگتی ہے۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی wazirmisbahi87@gmail.com

سوشل میڈیا بھی در حقیقت اسی نوعیت کی ایک شئ ہے۔ ہمارے سماج و معاشرے میں زندگی گزار رہے سنجیدہ فہم اور ذی علم حضرات بھی اسے اسی وقت اچھا گردانتے ہیں جب اس کا استعمال خیر کے فروغ اور امن و آشتی کی راہ ہموار کرنے کے لیے ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ سوشل میڈیا کی حیثیت ہمارے لیے کسی نعمت غیر مترقبہ سے کم نہیں ہے۔ آج اس کی اہمیت و افادیت سے سرِ مو انحراف نہیں کیا جا سکتا۔ یہ انٹرنیٹ سے جڑا ایک ایسا نیٹورک ہے جو لوگوں کو اظہارِ رائے، تبادلۂ خیال، تصاویر و ویڈیوز اشتراک کرنے اور ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات کی راہ ہموار کرنے کی کھلی اجازت فراہم کرتا ہے۔ اسی طرح علمی و عملی استفادہ کرنے، نئ نئ معلومات کے حصول، تجارت کے فروغ اور فوری جدید و اہم خبروں سے شناسائی حاصل کرنے کا ایک مقبول ترین ذریعہ ہے۔ ایسا ہو بھی کیوں نا! جب کہ یہ خود اطلاعات کی آزادانہ ترسیل کا موثر ترین ذریعہ بن کر سامنے آیا ہے۔ یہ اسی کی مرہونِ منت ہے کہ آج وہ حقائق جو نیوز چینل پہ ہم تک نہیں پہنچ پاتے میڈیا ان کا پردہ فاش کر دیتا ہے۔ گھنٹوں کے کام منٹوں و سیکنڈوں میں پایہ تکمیل تک پہچانا اسی کا خاصہ ہے۔ شائد یہی وجہ ہے کہ اس کی شہرت و مقبولیت میں روز افزوں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اس ترقی یافتہ دور میں اس کا استعمال بکثرت ہونے لگا ہے۔ ہر طبقے کے لوگ یہاں پر اپنا اچھا خاصا وقت صرف کرتے ہیں۔ ہاں! اس کی مقبولیت کے لیے اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے کہ اس وقت وہ لوگ بھی جن کا قرطاس و قلم اور تسبیح و مصلی اوڑھنا بچھونا ہوتا تھا، اس کی زلف گرہ گیر کے اسیر نظر آتے ہیں۔

لیکن مذکورہ بالا تمام اہمیت و افادیت اور شہرت و مقبولیت کے باوجود اس حقیقت سے بھی آنکھیں نہیں چرائی جا سکتیں کہ اس کے ذریعہ آج ہمارے معاشرے میں اخلاقی و سماجی خرابیوں نے بھی کافی فروغ پایا ہے۔ آج یہی سوشل میڈیا تفریحی سرگرمیوں کے فروغ اور سرمایۂ وقت کے ضیاع کا مرکز بھی بنا ہوا ہے۔ آئے دن ہمارے نونہالانِ قوم مخرب اخلاق اور بے ہودہ حرکتوں میں ملوث ہوتے جا رہے ہیں۔ آج ایک انسان سوشل میڈیا پر بیٹھ کر جتنی زیادہ برائیوں کا ارتکاب اور فحاشیوں کا بازار گرم کر سکتا ہے دورِ ماضی میں کبھی اس کے لیے ایک مدتِ مدید بھی ناکافی تصور کیا جاتا تھا۔ آج فیس بک، ٹیوٹر، یوٹیوب، بلاگر اور انسٹاگرام جیسے جدید ذرائع ابلاغ کو مغربی تہذیب نے جس قدر شبہات سے بھر رکھا ہے اور عریانیت کے دلدادہ لوگوں نے بے حیائی، فحاشی اور رقص و سرور کے جو گل کھلا رکھے ہیں اسے دیکھ کر بسا اوقات تو یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ وہ معیارِ انسانیت سے بالکل نیچے جا چکے ہیں اور حیوانیت کی اس صف میں داخل ہو چکے ہیں جس کے پاس نہ تو عقل کی کوئی پونجی ہوتی ہے اور نہ ہی خرد کی کوئی کسوٹی۔

یہ سادہ اور عام فہم فلسفہ تو شائد آپ تمام جانتے ہوں گے کہ کوئی غذا ہماری صحت و تندرستی کے خاطر کتنی ہی زیادہ مفید اور اہمیت کی حامل کیوں نہ ہو، اگر کہیں ضرورت سے زیادہ استعمال کر لی جائے تو پھر اس کا سائڈ افیکٹ ہونا تو لازمی ہی ہے۔ کچھ یہی حال سوشل میڈیائی نظام کا بھی ہے۔ ہر ٹکنالوجی اپنے آپ میں دو پہلو سمیٹے ہوئے ہیں۔ ایک مثبت تو دوسرا منفی۔ آج کی اس رنگا رنگ دنیا میں جہاں اس کے مثبت پہلو نے سماج و معاشرہ کی تعمیر و تشکیل میں زبردست کردار ادا کیا ہے وہی پر اس کے منفی پہلو نے بھی شرفائے زمانہ کی اخلاقی اقدار پر سوالیہ نشان لگانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ خصوصًا نئ نسل کے ذہن و دماغ پر تو اس کے اثرات کافی نمایاں ہیں۔ اکثر اوقات ان کی انگلیاں اسمارٹ فون پر اس طرح رقص کرتی نظر آتی ہیں کہ مانو اسے ناچنے کا بخار چڑھ گیا ہو۔ بچے، بوڑھے، نوجوان، مائیں اور بہن بیٹیاں وغیرہ ہر کوئی اس کے دلدادہ و مداح نظر آتے ہیں۔ صبح و شام ہر وقت ان کا دھیان سوشل میڈیا پر لگا رہتا ہے۔ دن بھر کی لاکھ تھکاوٹ کے باوجود بھی کچھ لوگ تو اس وقت تک آغوشِ نیند میں نہیں چلے جاتے جب تک کہ وہ کچھ دیر کے لیے سوشل میڈیا کے یہاں مہمان بن کر وقت گزاری نہیں کر لیتے۔

یقینًا اب ایسے حالات میں اگر کوئی صاحب اسے بے کار وقت گزاری کا اڈہ گردانے تو کم از کم میرے خیال میں وہ غلط نہ ہو گا۔ آج حضرتِ انساں اس کی رنگینیوں میں گم ہو کر وقت جیسی بیش بہا نعمت کو اس طرح برباد کر رہے ہیں کہ جیسے اس کے یہاں وقت کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ جب کہ وقت کے حوالے سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ "وقت اس تلوار کی مانند ہے کہ اگر تم اسے نہیں کاٹو گے تو وہ تمھیں کاٹ کر آگے نکل جائے گی". ہاں! سوشل میڈیا کے خمار کا عالم اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ آج ایک ماں پر چیٹنگ کا بھوت اس طرح سوار ہوتا ہے کہ وہ اپنے بچوں و جگر پاروں تک سے مکمل طور پر غافل و بے پرواہ ہو جایا کرتی ہے۔ جی! ایسی انہماکیت کا میں خود چشم دید گواہ ہوں۔

مجھے یاد آتا ہے کہ جب میں جماعت سابعہ/سادسہ کا طالب علم ہوا کرتا تھا اور میں اپنے دوست و احباب کے ساتھ مادرِ علمی "جامعہ اشرفیہ

مبارکپور" آنے کے لیے ٹرین کے ایک جنرل بوگی میں سوار تھا۔ رات کے تقریباً تہائی حصے گزر جانے کے بعد جب گاڑی "بستی پور" اسٹیشن پر رکی تو اتفاقاً اسی بوگی میں ایک ادھیڑ عمر کی خاتون اپنے تین چھوٹے ننھے منھے بچوں اور رختِ سفر کے ساتھ سوار ہوئی۔ لیکن (اللہ کی پناہ) چند ہی لمحے بعد اس نے میڈیائی خمار میں چور ہو کر اپنے بچوں کے ساتھ جس قدر لاپرواہی و بے رغبتی کا اظہار کیا اس سے ذہن و دماغ بالکل ماؤف ہو کے رہ گیے۔ دریچۂ ذہن میں بس ایک ہی سوال گردش کر رہا تھا کہ کیا دامنِ تاریخ میں بچوں کے تئیں ماؤوں کی جو شفقت بھری داستانیں مرقوم ہیں وہ اب اس دورِ جدید میں بس یوں ہی قصۂ پارینہ بن کے رہ جائیں گی؟ وہ خاتون اپنے رختِ سفر اور بچوں کے بیٹھنے کے لیے کوئی مناسب جگہ تلاشے بغیر انٹرنیٹ کی رنگینیوں میں اس طرح گم ہوئی کہ بچے جھپکیاں لیتے لیتے تھک گیے۔ لیکن کافی دیر بعد جب اسی ماں کی آنکھ پر غلبۂ نیند وار کرنے لگا تو خود سُرمۂ خواب سجانے کے لیے اپنے بچوں کے نرم و نازک زانوؤں کو بحیثیت تکیہ استعمال کر کے خوابِ خرگوش کا مزہ لینے لگی۔

غرض یہ کہ اقوامِ عالم پر جدھر نگاہ دوڑائے ادھر ہی سوشل میڈیا کے دیوانے نظر آئیں گے۔ اور ہاں دیوانہ پن بھی اس قدر کہ نہ وقت پر کھانے، پینے اور سونے کی پرواہ، نہ آنکھ، کان، دل و دماغ اور دیگر اعضائے جسمانی کے آرام و راحت کی کوئی فکر۔ پنج وقتہ نماز سے غفلت حتی کہ گاڑی ڈرائیونگ کرتے ہوئے ہمہ وقت سوشل میڈیا اور موبائل فون کے اسکرین پر اس طرح توجہ لگا رہتا ہے کہ جیسے اس نے نسلِ نو کو وقت سے پہلے جوان اور جوانوں کو وقت سے پہلے بوڑھا کر دیا ہو۔

آج ہر فکر کے حاملین سوشل میڈیا کو استعمال کر کے اپنے مقاصد کی تکمیل کر رہے ہیں۔ باطل مذاہب اور گمراہ فرقوں نے تو سوشل میڈیا کے ذریعہ دین کے بازار میں کھوٹے و ردّی سکوں کو خوب خوب عروج بخشا ہے۔ فی الوقت معاشرے کے تقریباً اکثر و بیشتر افراد کے ذہن و دماغ میں سوشل میڈیا کا خمار ایک خطرناک بیماری کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ شبانہ روز نسلِ نو اس کی دسیسہ کاریوں کی شکار ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اور پھر اس کے ذریعے کفر و الحاد کے خطرناک جراثیم ہمارے سماج و معاشرے کے صاف ستھرے و پاکیزہ ماحول کو پراگندہ کرتے چلے جا رہے ہیں۔ یقیناً اب ایسے حالات و پر آشوب دور میں اس کی خطرناکی پر آنسو بہانا اور اسے گونا گوں برائیوں و فحاشیوں کا سرچشمہ گردان کر دامنِ دل چھڑانے کی لاکھ نصیحتیں کرنا شائد دور اندیشی کی علامت قطعاً نہیں ہو سکتی۔ ذرا کبھی اپنی من کی دنیا سے موقع پا کر باہر نکلیے تو معلوم ہوگا کہ مغربی تہذیب و کلچر نے تمام تر تکنیکی صلاحیتوں سے لیس ہو کر کفر و الحاد کا جو گہرا رنگ تیار کیا ہے آج اس میں آبادی کے اکثر و بیشتر افراد مکمل طور سے رنگ چکے ہیں۔ لیکن اتنا سب ہو چکنے کے باوجود بھی آج ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم خوابِ خرگوش کا مزہ لیتے نہیں تھک رہے ہیں۔ ہم سوشل میڈیا کے ذریعہ مغربی کلچروں اور اس کے خبیث رسم و رواج کا دندان شکن جواب دینے کے بجائے اکثر اوقات تفریحِ طبع میں گزار دیتے ہیں۔ جانتے ہیں ان ساری تباہ کاریوں کی اصل اور بنیادی وجہ کیا ہے؟ یقیناً ان سارے مسائل اور الجھنوں کی سب سے قوی اور بنیادی سبب ہمارے ہاتھوں سے اعتدال کا دامن چھوٹنا ہے۔ آج ہم سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ جیسے جدید و عظیم ذرائع ابلاغ کے ذریعے دنیا والوں کے سامنے اسلام کا صحیح چہرہ پیش کرنے کے بجائے اپنوں ہی پر بغض و حسد اور بے جا تنقید کی تیر برساتے نہیں تھکتے۔ آج ہماری نئی نسل اکثر کوئی ایسی بات جو نہیں شیئر کرنی چاہیے، اسے بغیر پڑھے اور تحقیق کیے محض جلدی سے آگے فارورڈ کر دیتے ہیں کہ کہیں کوئی دوسرا ہم پر سبقت نہ لے جائے۔ کچھ صاحب تو صرف ذاتی اور بے مقصد دوسروں کی تصویر ہی شائع کرتے ہیں۔ بعض دفعہ تو یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ علم و ادب سے تہی دامن حضرات فرضی احادیث حضور اکرم ﷺ کی طرف منسوب کر کے پوسٹ کر دیتے ہیں۔ انھیں کذب و بہتان اور جھوٹ و افترا کا ذرہ برابر بھی خوف نہیں ہوتا۔ حالانکہ ایک آدمی کے جھوٹا ثابت ہونے کے لیے بس یہی کافی ہے کہ وہ جو کچھ سنے بیان کر دے۔ چنانچہ صحیح مسلم شریف کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"كفى بالمرء كذبا أن يتحدث بكل ما سمع".

(مقدمہ صحیح مسلم شریف، ص:5)

ترجمہ: ایک آدمی کے جھوٹا ثابت ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے۔

ہاں مسلم سماج کی کچھ نئی نسل ایسی بھی ہے جو عریاں تصاویر اور فحش مواد پر مشتمل ویڈیوز لائک و اشتراک کرنے میں ذرہ برابر بھی شرم و حیا محسوس نہیں کرتی۔ اس کے دل میں تھوڑا بھی خوف و ہراس نہیں ہوتا۔ شائد وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اسے خلوت میں کوئی نہیں دیکھ رہا ہے۔ جب کہ رب کریم اپنے بندوں کے تمام افعال کو ہر وقت دیکھ رہا ہوتا ہے۔ وہ تو اپنے بندوں کے شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔ یقیناً ایک مسلمان ہونے

کے ناطے ہمیں یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ کل بروزِ قیامت ہماری آنکھیں، ہمارے کان، ہماری زبان اور ہمارے دل سب کو رب کے حضور جواب دینا ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے: "اِنَّ السَّمۡعَ وَ الۡبَصَرَ وَالۡفُؤَادَ کُلُّ اُولٰٓئِکَ کَانَ عَنۡہُ مَسۡـُٔوۡلًا ○" (الاسراء:36)

اس لیے جب ہم سوشل میڈیا کا استعمال کر رہے ہوتے ہیں تو ہمیں چاہیے کہ تصاویر اور ویڈیوز دیکھنے میں (چاہے خلوت ہو یا جلوت) ہر جگہ اللہ رب العزت سے ڈریں۔ چونکہ ہمارا شیئر کردہ مواد محض ذاتی اکاونٹ تک محدود ہو کے نہیں رہ جاتا ہے، بلکہ اس کی شیئرنگ کا دائرہ شبانہ روز وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔ بے شمار لوگ اسے دیکھتے ہیں اور ہمارے نامۂ اعمال میں انگنت لوگوں کے سنگین گناہوں کا بوجھ بھی درج ہوتا چلا جاتا ہے۔ یقیناً ایسے پر خطر ماحول میں ہمیں فحش اور گناہ کی موجب چیزیں سوشل میڈیا پر اشتراک کرنے سے گریز کرنا چاہیے اور حتی الامکان اس کا استعمال صحیح اور محتاط انداز میں کرنا چاہیے۔ مشاہدے سے یہ بات بھی واضح ہے کہ آج کل علم غیب اور مستقبل کی خبریں دینے والی کچھ سائٹس منظر عام پر آ رہی ہیں۔ جس میں یہ لکھا رہتا ہے کہ اس لنک پر کلک کر کے آپ اپنی آئندہ کی زندگی، جائے وفات، مستقبل میں آپ کس حکمراں سے ملاقات کریں گے اور کس عمر میں مالدار ہوں گے وغیرہ وغیرہ کے بارے میں جان سکتے ہیں۔ ہمارے کچھ مسلمان بھائی بہن بھی اس کی حقانیت پر یقین کرتے ہوئے اس لنک پر کلک کر دیتے ہیں۔ جب کہ یہ بات من المعلوم ہے کہ شریعت اسلامیہ میں اس طرح کی باتوں اور نجومیوں پر کان دھرنے سے ممانعت وارد ہے۔

آج سوشل میڈیا کی وسیع دنیا میں دوسروں پر بے جا تنقید کرنے کا نہ رکنے والا سلسلہ بھی بڑی زور و شور کے ساتھ چل پڑا ہے۔ وہ لوگ جو خود تو خود احتسابی کی دولت لازوال سے بلکل محروم ہوتے ہیں لیکن دوسروں پر پند و نصائح کے بادل بن کر برسنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں۔ کبھی کبھی تو معاملہ اتنا طول پکڑ جاتا ہے کہ نوبت گالی گلوچ تک آ جاتی ہے۔ ایسے لوگوں سے میری بس ایک یہی درخواست ہے کہ برائے مہربانی "اگر آپ کسی دوسرے کی حوصلہ افزائی نہیں کر سکتے ہیں تو خدارا! حوصلہ شکنی سے بھی تو بعض آجائیں"۔ کہ اس طرح کی لایعنی گفتگو سے اپنے تو دور ہوتے ہی ہیں غیروں کو بھی جگ ہنسائی کا سنہرا موقع فراہم ہو جاتا ہے۔

بہت سے لوگ معاشرے میں تو ایسے بھی ملتے ہیں جو تحریر و قلم کی قوت اور علمی و فکری صلاحیت سے تو بالکل لیس ہوا کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں یہ جذبہ بھی موجزن ہوتا ہے کہ وہ تصنیف و تالیف کے ذریعے دین و ملت کی زلفِ برہم کو بحسن و خوبی سنوار سکیں لیکن مہنگائی کے اس دور میں ان کی ساری صلاحتیں ان کے ساتھ ہی قبر میں چلی جاتی ہیں۔ اس لیے ایسے بندوں کو چاہیے کہ وہ سوشل میڈیائی نظام کا دامن تھامے اور اپنی علمی لیاقتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اقوام عالم کو صالح خیالات سے مستفید فرمائیں۔ اسی طرح وہ حضرات جو متلاشی علم ہیں اور کتاب کی عدمِ فراہمی کی بنا پر علمی تشنگی نہیں بجھا پاتے ہیں۔ ایسے حضرات کے لیے یہ ایک بہت ہی بہترین ذریعہ ہے کہ آپ سوشل میڈیا کی وساطت سے بڑے بڑے کتب خانوں تک رسائی حاصل کریں اور من پسند کتابوں سے مستفید ہوں۔ اور ہاں نئی نسل کے ذہن و دماغ سے سوشل میڈیا کے بڑھتے خمار کو کم کرنے کے لیے یہ طریقہ کار شائد نہایت ہی موثر کن ہو سکتا ہے کہ میڈیائی نظام کے مثبت حاملین انھیں اپنے ساتھ لے لیں اور کارِ خیر کا ہرکارہ بنائیں۔

والدین حضرات کی بھی اب ایسے دور میں کچھ ذمہ داریاں مزید بڑھ جاتی ہیں کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں حساسیت کا مظاہرہ کریں۔ موبائل، انٹرنیٹ اور جدید ٹکنالوجی سے کوسوں دور رکھیں کہ یہ ساری چیزیں کم عمر بچوں کے لیے کسی زہر ہلاہل سے کم نہیں ہیں۔ چونکہ بچوں کا کردار اس کے والدین کی تربیتوں کا آئینہ دار ہوا کرتا ہے۔ اس لیے گارجین حضرات کو چاہی کہ وہ اپنے بچوں کو اخلاقی تربیت کا وہ جوہر دیں جو ان کی زندگی کو سنوارنے اور شخصیت کو نکھارنے میں سنگِ بنیاد کی حیثیت رکھتا ہو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہمیں سوشل میڈیا کو ایک نعمتِ غیر مترقبہ سمجھنا چاہیے اور جہاں اسے اللہ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی رضا جوئی، منہجِ حق کی دعوت میں، درست عقیدہ کی نشر و اشاعت، غلط مفاہیم کی تصحیح اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر جیسے خوبصورت فریضہ کی تکمیل کے لیے کرنا چاہیے وہیں کتاب و سنت کے فروغ دینے، صلہ رحمی، علمی مسائل، سنجیدہ بحث و مباحثہ، نیکی و پرہیزگاری کے کاموں اور ایک دوسرے کے ساتھ باہمی تعاون میں بھی استعمال کرنا چاہیے۔ تو آئیے آج ہی ہم یہ عہد کرتے ہیں کہ سوشل میڈیا کے ذریعے خیر کا ہرکارہ بنیں گے، بھلائی کو فروغ دیں گے اور برائی پر ہر ممکن روک لگانے کی کوشش کریں گے۔ (انشاء اللہ)

☆☆☆

تعارف وتجزیہ

اورادِ وجیہ (اردو اور فارسی)

تالیف: امام وجیہ الدین علوی گجراتی

مبارک حسین مصباحی

ہمارے مطالعہ کی میز پر جو دینی اور روحانی خزانہ ہے، اس کا تعارف ٹائٹل پر اس طرح ہے:

"سلسلۂ شطاریہ اور اسلامی مہینوں کے اوراد و وظائف پر مشتمل
ساڑھے چار سو سالہ قدیم فارسی مخطوطے کی تحقیق وتخریج اور
ترجمہ کے ساتھ پہلی اشاعت
بنام "**اورادِ وجیہ**"
تالیف: استاد الہند، مصنفِ کتبِ کثیرہ، حضرت سید شاہ امام
وجیہ الدین علوی گجراتی قدس سرہٗ [متوفی: ۹۹۸ھ]
تحقیق وتخریج وترجمہ:
محمد اعظم مصباحی مبارک پوری
جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ
ناشر: جماعت رضائے مصطفی برطانیہ

در اصل یہ مجموعۂ اوراد، اہلِ سنت کی معروف شخصیت محب مکرم حضرت علامہ شاہ محمد نظام الدین مصباحی دام ظلہ العالی کی پیہم تلاش و جستجو کا نتیجہ ہے۔ موصوف کامیاب فاضلِ اشرفیہ مبارک پور ہیں، آپ کا اصل وطن گجرات ہے۔ جن دنوں آپ اپنے وطن میں تھے ہمیں ان کے گھر پر شب بھر قیام کرنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ محب گرامی وقار حضرت مولانا مفتی زاہد علی سلامی استاذ ومفتی جامعہ اشرفیہ جیسی باغ و بہار شخصیت جانِ سفر تھی۔ آپ کے اہلِ خانہ نے بھی بڑی محبتوں کا مظاہرہ فرمایا تھا۔ آپ خاندانی طور پر انتہائی متواضع اور مہمان نواز ہیں۔ آپ برسوں سے برطانیہ میں دعوت وتبلیغ کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ دار العلوم غوثیہ بلیک برن (یو کے) کے کامیاب استاذ ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ آپ کا دل فطری طور پر داعیانہ ہے اور آپ کے وجودِ مسعود میں کچھ کر گزرنے کا جذبہ ہمیشہ موج زن رہتا ہے۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور میں ہمیں ان کا طالب علمانہ زمانہ بخوبی یاد ہے۔ ماشاء اللہ آپ بلند اخلاق، خوش مزاج اور باصلاحیت تھے۔ آپ نے ادارہ "جماعت رضائے مصطفیٰ" یو کے، قائم فرمایا۔ یہ ایک متحرک اور سرگرم ادارہ ہے، اس کے شعبۂ نشریات سے آپ کی اور قدیم بزرگوں کی متعدّد کتب شائع ہو چکی ہیں۔ اب زیادہ بعد میں...

سرِدست عرض کرنا ہے کہ استاذ الہند حضرت علامہ شاہ وجیہ الدین علوی قدس سرہٗ اپنے عہد کے کثیر التصانیف بزرگ گزرے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت چپانیر، گجرات میں 911ھ یا 910ھ میں ہوئی اور وصال پر ملال 29 محرم الحرام 998ھ میں ہوا۔ خزینۃ الاصفیا کے مصنف لکھتے ہیں: تاریخ وصال "لھم جنّٰت الفردوس نزلا" سے نکلتی ہے۔ حضرت شیخ کی عمر 88 برس ہے۔ 24 برس حصولِ علم میں گزارے اور چونسٹھ برس دین و روحانیت کی خدمت میں گزارے۔ آپ کے تعارف میں حضرت مولانا محمد نظام الدین مصباحی دام ظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں:

محقق علی الاطلاق شیخ عبد الحق محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

آپ بڑے معمر اور کامل ولی اللہ تھے، جامع کمالات وبرکات تھے، ریاضت بہت کیا کرتے تھے، تصنیف و تالیف اور طالب علموں کی تربیت و ہدایت آپ کے محبوب مشغلے تھے، آپ نے اکثر کتب و حواشی، شروح بھی لکھی ہیں شہر کے عام لوگوں جیسا لباس پہنتے تھے۔"

حضرت شیخ محقق دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: "میں جب دیار حبیب ﷺ کی زیارت کے لیے حجاز جا رہا تھا راستہ میں گجرات پڑتا تھا چنانچہ میں نے وہاں شیخ وجیہ الدین کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ آپ سلسلۂ قادریہ کے عدد پر اکثر اذکار کیا کرتے تھے۔ اس وقت آپ کے حقیقی بیٹے شیخ عبد اللہ جانشین ہیں جو بڑے باعلم، بردبار، ریاضت و ہمت اور پاک دامنی میں یکتائے زمانہ اور درویشوں کے تمام اوصاف

کے حامل ہیں۔(اخبار الاخیار، ص:252)

صاحب منتخب التواریخ ملا عبدالقادر بدایونی خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"خلائق کو ہمیشہ ان سے فیض رسانی ہوتی رہی اور حق سبحانہ تعالی نے اسم شافی کو ظاہر کرکے انھیں اس کا مظہر بنادیا یہاں تک کہ ہر روز لاتعداد و بے شمار بیمار اور محنت کش ان کے پاس دعا کے ملتمس ہوتے اور جلد اس کا اثر پاتے۔(منتخب التواریخ جلد دوم)

ان دونوں بزرگوں کے اعترافات کوئی معمولی نہیں، بلکہ اہلِ سنت میں سند کا درجہ رکھتے ہیں، انھوں نے ادب کے دائرے میں فکر و فن کی جس گہرائی کے ساتھ قلم چلائے ہیں، حق یہ ہے کہ بڑی حد تک حق ادا فرما دیا ہے۔

حضرت مولانا محمد نظام الدین مصباحی نے "پیش لفظ" میں تحریر فرمایا ہے:

"امام اہل سنت فقیہ فقید المثال امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں:"مولانا شیخ وجیہ الدین علوی احمد آبادی علیہ رحمۃ الرؤف الہادی کہ سال وفات امام اجل علامہ سیوطی قدس سرہٗ میں متولد ہوئے۔ حضرت شیخ غوث گوالیاری علیہ رحمۃ الملک الباری کے مرید سعید اور حضرت شیخ محقق کے استاذِ مجید اور شاہ ولی اللہ دہلوی کے شیخ سلسلہ اور صاحبِ مقامات رفیعہ و تصانیفِ کثیرہ بدیعہ ہیں۔ بیضاوی، ہدایہ، تلویح، شرح وقایہ، مطول، مختصر، شروح عقائد، مواقف وغیرہا پر حواشی مفید رکھتے ہیں۔"

(فتاویٰ رضویہ، ج:5، ص:781، مطبوعہ: امام احمد رضا اکیڈمی)

امام احمد رضا محدث بریلوی جیسی عظیم عبقری شخصیت بہت محتاط ہے۔ آپ غور و فکر کرنے کے بعد ہی کسی کی شخصیت و فکر پر اظہار خیال رقم کرتے ہیں۔

محب مکرم حضرت مولانا محمد نظام الدین مصباحی نے حضرت مصنف کی سوانح بھی رقم فرمائی ہے۔ تصنیف و تالیف کے تعلق سے آپ کا یہ اقتباس ملاحظہ فرمائیے:

"حضرت شیخ وجیہ الدین علوی جہاں خلق کثیر کو درس و تدریس اور رشد و ہدایت سے مستفیض کر رہے تھے وہیں آپ نے تصنیف و تالیف کو بھی اپنی مبارک زندگی کا ایک حصہ بنالیا تھا، چنانچہ آپ نے اکثر درسی و غیر درسی کتب پر حواشی قلم بند فرمائے، شرحیں لکھیں اور دوسرے فنون پر اہم، مفید اور قیمتی کتابیں تصنیف کیں، بعض لوگوں نے آپ کی تصنیفات کی تعداد تین سو سے زائد بتائی ہے۔"

اتنی اہم علمی، فنی، درسی اور تحقیقی کتابیں لکھنا بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ کوئی بھی کتاب لکھنا بجائے خود مشکل ہوتا ہے، مگر قدیم درسی کتب پر حواشی لکھنا اور ان کی شروحات سپرد قرطاس کرنا بلاشبہہ آسمان سے تارے توڑنے کے برابر ہے۔

اس کے بعد سوانح نگار نے بڑی عقیدت سے **"بادشاہ جہانگیر کا خراجِ عقیدت، تبحر علمی، ذاتی کتب خانہ، عادات و خصائل- وفات- تدفین اور ملفوظات"** رقم کیے ہیں۔ اسلوبِ نگارش سادہ اور پرکشش ہے، لب و لہجہ فکر انگیز اور دلوں کو متاثر کرنے والا ہے۔ سب سے خاص بات یہ ہے کہ آپ انتہائی مخلص ہیں، دینی اور روحانی فکر کے حامل ہیں، اپنے مسلم بھائیوں کی سرفرازیوں کے لیے مسلسل کوشاں رہتے ہیں۔ بزرگوں کی عربی اور فارسی کتب کو مسلسل اردو کا قالب عطا کر رہے ہیں۔ یہ دینی، علمی اور روحانی علمی ذخائر کی ترتیب، تحقیق اور ترجمہ نگاری میں جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے اساتذہ کرام اکثر خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل بہتر انداز سے زیادہ سے زیادہ خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا محمد نظام الدین مصباحی دام ظلہ العالی نے آپ کے **"تبحر علمی"** کے ذیل میں سے شیر شاہ سوری کے کمال اعتماد کے حوالے سے نقل فرمایا ہے:

"شیخ کی تبحر علمی بجاطور پر مسلم تھی اور فقہی و متنازع مسائل میں ان کی بات حکم کا درجہ رکھتی تھی۔ جب شیر شاہ سوری نے سید محمد غوث گوالیاری پر اس وجہ سے سختی کرنا شروع کی کہ بادشاہ ہمایوں آپ کا عقیدت مند تھا تو آپ گوالیار کو خیرآباد کہہ کر گجرات تشریف لے آئے، علما نے بھی آپ کے رسالہ "معراج نامہ" پر اعتراض کیے اور بڑی مخالفت شروع کردی، چنانچہ ایک محضر نامہ لکھ کر بادشاہ کے حضور پیش کیا ان علمائے کرام میں شیخ علی متقی قدس سرہٗ جو ظاہری اور باطنی علوم کے جامع تھے ان علما کے ساتھ تھے جنھوں نے اس قتل نامہ پر دستخط ثبت کیے تھے، بادشاہ نے آپ کو قتل کرنے کا حکم دینے میں تامل کیا اور کہا کہ جب تک اس محضر نامہ پر مولانا وجیہ الدین علوی دستخط نہ کریں میں قتل کے حکم کی منظوری نہیں دے سکتا۔ حضرت علامہ وجیہ الدین علوی سید محمد غوث

کی خدمت میں بنفس نفیس حاضر ہوئے اور آپ کی شکل وصورت دیکھتے ہی اس نتیجہ پر پہنچے کہ ایسا شخص کلمات کفریہ نہیں کہہ سکتا، فتویٰ کو پارہ پارہ کر دیا آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور علماے کرام کو یہ جواب دیا کہ تم لوگ ان الفاظ کے معانی و مفاہیم سمجھنے سے قاصر ہو اور ظاہری شریعت کی روشنی میں فتویٰ دے رہے ہو یہ باطنی معاملہ ہے، شیخ محمد غوث نے یہ باتیں خواب کی کیفیت میں بیان فرمائی ہیں، خواب کے واقعات کو ظاہری زندگی کے معاملات پر محمول نہیں کرنا چاہیے۔" (خزینۃ الاصفیا، ص:322)

سلسلۂ چشتیہ کے عظیم بزرگ حضرت شیخ عبد الرحمن چشتی قدس سرہٗ [ولادت:1005ھ اور وصال 1094ھ] آپ نے **مرآۃ الاسرار** میں عہدِ رسالت سے اپنے عہد تک کی تاریخ تصوف رقم فرمائی ہے۔ اس میں ایک ہزار سالہ تمام روحانی سلاسل کے تذکار اور مشائخ کے احوال و معارف ہیں۔ آخر میں آپ نے "خاتمہ" تحریر کیا ہے، جس میں سلطان شاہ جہاں کا تذکرہ، اس میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

"ایک دن جہانگیر بادشاہ نے کمال لطف و مہربانی سے شاہجہاں کو خلوت میں طلب کر کے کہا کہ بابا علم حاصل کرو، کیوں کہ عبادت الٰہی اور سلطنت کے امورسر انجام دینے کے لیے علم بہت ضروری ہے...کیوں کہ تاریخ کی کتابوں اور صوفیا کی تصانیف کے مطالعہ کے بغیر امور سلطنت کا انجام دینا محال ہے۔ اور اس زمانے میں علوم مذکور شیخ صوفی سے زیادہ کوئی نہیں جانتا ان سے تعلیم حاصل کر وہ مرد صالح اور جامع علوم ہیں۔ شیخ صوفی نے عقلی اور نقلی علوم حاصل کرنے کے بعد شیخ نظام الدین انبیٹھی سے بیعت کی۔ اور شیخ کی وفات کے بعد گجرات چلے گئے اور کئی سال شیخ وجیہ الدین گجراتی کی خدمت میں رہ کر تربیت حاصل کی۔ جو حضرت شیخ محمد غوث گوالیاری کے خلیفہ تھے۔ وہاں رہ کر انھوں نے فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کی سند حاصل کی اور فصوص پر ایک دل پسند حاشیہ لکھا۔ آپ علم حقائق میں بے نظیر وقت تھے، چناں چہ مخدومی شیخ حاتم ابراہیم آبادی نے فصوص الحکم کی سند اُن سے حاصل کی تھی اور اس فقیر کاتبِ حروف نے فصوص کی سند شیخ حاتم سے حاصل کی۔" [مرآۃ الاسرار اردو، ص:1257، 1258، مطبوعہ جامِ نور دہلی]

اس عبارت سے بخوبی ظاہر ہے کہ حضرت علامہ شیخ وجیہ الدین علوی سلطان شاہجہاں کے مربی تھے، تصوف کی دو اہم کتابوں کی سند بھی آپ سے حاصل تھی۔ حضرت شیخ علوی نے اپنے دورِ حیات میں دس سے بارہ بادشاہوں کا زمانہ پایا۔

پر وقار شاعر مہتاب پیامی نے شیخ وجیہ الدین کی ایک گراں قدر منقبت تحریر فرمائی جو کتاب میں شامل ہے، چند اشعار دیکھیے۔

یوں قصیدہ پڑھتی ہے دنیا وجیہ الدین کا
عالمِ عرفاں میں ہے جلوہ وجیہ الدین کا
سلسلہ شطاریہ کے مصلحِ اعظم ہیں وہ
کارِ حق دیکھے ذرا دنیا وجیہ الدین کا
طالبِ علم و ہنر مہتاب کرتا ہے دعا
یا الٰہی دے مجھے صدقہ وجیہ الدین کا

استاذنا المکرم صدر العلما حضرت علامہ شاہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ نے بڑی توجہ کے ساتھ نظرِ ثانی فرمائی ہے۔ استاذ گرامی وقار صرف علم ہی کے کوہ ہمالہ نہیں بلکہ کردار و تقویٰ میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ ہم ان کی زود نویسیوں اور فیض رسانیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی علمی وسعت اور تقویٰ شعاری کے طفیل ہم کو علم و عمل کی دولت سے سرفراز فرمائے۔۔

آپ اپنے "**تاثر جلیل**" میں تحریر فرماتے ہیں:

"عزیزم مولانا نظام الدین مصباحی گجراتی قابل صد تحسین و تبریک ہیں کہ انھوں نے اس راہ میں قدم بڑھایا اور متعدد "دفینے" ان کی "متوقع جگہوں" سے نکال کر اہل علم اور اہل ثروت کے تعاون سے منظر عام پر لائے، اور مزید کام جاری ہے، مولا تعالیٰ مزید فضل و رحمت اور خیر و برکت سے نوازے۔

حضور صدر العلما مزید تحریر فرماتے ہیں:

"عام لوگ اس راہ کی مشکلات سے ناآشنا ہیں، اس لیے کوئی نایاب کتاب چھپ کر منظر عام پر آگئی تو اسے کوئی اہمیت نہیں دیتے، لیکن جن کی عمر اسی دشت کی سیّاحی میں گزری ہے وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ کتنا مشکل اور صبر آزما کام ہے اور اس راہ میں پیش قدمی کرنے والے اور ان کے رفقا، معاونین، محققین اور ناشرین، کیسی پذیرائی کے مستحق ہیں۔ جزاھم اللہ خیرًا وکثّر أمثالھم۔"

محب مکرم حضرت علامہ محمد نظام الدین مصباحی دام ظلہ العالی اپنے کارناموں کی وجہ سے ہر طرف لائقِ ستائش ہیں۔ اسی کتاب میں مہتاب پیامی نے جو منظوم خراج محبت پیش کیا ہے وہ بھی پڑھنے

کی چیز ہے، اس کے چند اشعار ذیل میں آپ بھی پڑھیے ؎

آ گیا نام اِن کے جب نامہ وجیہ الدین کا
سر کے بَل چلنے لگے رَستہ وجیہ الدین کا
کیوں نظامِ شمس جیسے ہوں نہ روشن یہ نظاؔم
گویا اِن پر پڑ گیا سایہ وجیہ الدین کا
ارتقائی منزلیں مہتابؔ حاصل ہو اِنھیں
اِن پہ ہر دم وا ہو دروازہ وجیہ الدین کا

اب ہم ڈھیر ساری مبارک بادیاں پیش کرتے ہیں نوجوان فاضل اور مفتی محمد اعظم مصباحی مبارک پوری دام ظلہ العالی کی بارگاہ میں جنھوں نے اورادِ وجیہ فارسی کو بڑی خوب صورتی سے اردو زبان کا لباس پہنایا ہے۔سلسلۂ شطاریہ عظیم روحانی سلسلہ ہے، کسی بھی روحانی سلسلے میں معنوی عروج کے لیے عبادت و ریاضت اوراد و معمولات بظاہر بنیاد ہوتے ہیں۔ یوں تو فضلِ الٰہی ہے وہ جسے چاہے نواز دے، ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کو اس سلسلہ کا فیض ضرور حاصل ہوگا۔کسی قلمی نسخے کی تحقیق، ترجمہ، تخریج اور اس پر حواشی لکھنا معمولی خدمت نہیں ہے۔ پہلے تو قلمی نسخے کا پڑھنا آسان نہیں اور ساڑھے چار سو سالہ قدیم فارسی مخطوطے کا مطالعہ کرنا کتنا مشکل ہے سچ اور حق لکھا ہے استاذ گرامی صدر العلما نے ”جن کی عمر اسی دشت کی سیاحی میں گزری وہ خوب سمجھتے ہیں کہ یہ کتنا مشکل اور صبر آزما کام ہے۔“

حضرت مفتی محمد اعظم مصباحی چند برسوں سے مسلسل تحریری امور کی انجام دہی میں لگے ہوئے ہیں۔کوئی فنکار ماں کے پیٹ سے پیدا نہیں ہوتا الا ماشاء اللہ آپ دین و سنیت اور علم و تحقیق کے موضوعات پر جد و جہد اور کاوش کر رہے ہیں، محنتیں بہر کیف رنگ لاتی ہیں، عربی کا مشہور مقولہ ہے ”من جد وجد“ ایک زمانہ آپ کو بھی بطور مثال پیش کرے گا۔

کیا خوب لکھا ہے مہتاب پیامی مبارک پوری نے ؎

خوب ہے تسکینِ دل کو اب یہ ”اورادِ وجیہ“
کیوں نہ ہر سر میں رہے سودا وجیہ الدین کا
اِن کی تحریروں میں بھی سوزِ وجیہ الدین ہو
اے خدا اعظم کو دے خامہ وجیہ الدین کا
مثلِ مہتابِ فلک روشن رہیں مہتابؔ یہ
اِن کی آنکھوں میں بسے جلوہ وجیہ الدین کا

ہم بلند پایہ فنی شاعر اور نکتہ رس ادیب محترم مہتاب پیامی کی شاعرانہ فن کاری پر بعد میں کچھ عرض کریں گے ، پہلے چند اوراق اورادِ وجیہ کے تعلق سے رقم کرتے ہیں:

ہندوستان میں صوفیا کا ایک سلسلہ شطاریہ ہے یہ ایران میں سلسلہ عشقیہ اور روم میں بسطامیہ کہلاتا ہے شطار کا معنی ہے تیز چلنے والا ان کے تیز چلنے یا تیز پھیلنے کی وجہ سے سلسلہ شطاریہ کہلایا۔

ہندوستان میں شطاریہ سلسلہ کے بانی حضرت شاہ عبد اللہ شطاری المتوفی 1572ء ہیں، جو پندرہویں صدی میں ایران سے ہندوستان تشریف لائے۔آپ شیخ شہاب الدین سہروردی کی اولاد میں سے تھے۔

حضرت غوث گوالیاری شطاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفیٰ 970ھ کے فیضِ اثر سے اس سلسلے کی نورانی کرنیں چہار سو پھیل گئیں۔

شیخ محمد غوث گوالیری کا سلسلۂ نسب شیخ فرید الدین عطار قدس سرہ سے جا ملتا ہے۔آپ کا سلسلۂ طریقت حاجی حمید حضرت قاذن شاہ کے خلیفہ سے جا ملتا ہے۔سلسلۂ ظاہری کے ساتھ ساتھ آپ کو باطنی طور پر غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ سے روحانی فیضان میسر تھا۔

آپ ہی کے فیض سے مرتبہ غوثیت اور اقطابیت پر پہنچے تھے، آپ کے دادا نیشا پور کے سادات میں سے تھے، آپ نیشا پور سے ہندوستان تشریف لائے اور یہاں قیام پذیر ہوئے، غوث گوالیاری کا شمار شطاری سلسلے کے بلند پایہ صوفیوں میں ہوتا ہے، آپ نے شطاری سلسلہ تصوف کو نہ صرف آگے بڑھایا بلکہ اسے ایک مستحکم سلسلے کی شکل دی۔آپ صاحب تصانیف عالیہ تھے، جواہر خمسہ، اوراد غوثیہ اور بحر حیات آپ کی مشہور تصانیف ہیں۔ آپ کا وصال 15 رمضان 970ھ میں ہوا۔ مزار پر انوار گوالیار میں ہے۔

مصنفِ کتبِ کثیرہ حضرت علامہ شاہ محمد وجیہ الدین علوی قدس سرہ آپ کے چہرۂ انور کی زیارت کرتے ہی مرید ہو گئے اور بعد میں خلافت و اجازت سے سرفراز ہوئے۔

پیش نظر رسالہ سلسلۂ شطاریہ کے بعض اوراد و وظائف پر مشتمل ہے، حضرت مصنف قدس سرہ نے اس عرفانی رسالے میں اسلامی مہینوں کے نوافل، اذکار اور دعائیں بھی سپرد قرطاس فرمائی ہیں۔ یہ مختصر فارسی رسالہ کتابی سائز کے 22 صفحات پر مشتمل ہے۔

مخطوطے کی کاپی پیر محمد شاہ لائبریری احمد آباد سے مولانا محمد نظام الدین مصباحی کو حاصل ہوئی۔ ہزار کوشش کے باوجود بھی دوسری کاپی نہیں مل سکی۔ مفتی محمد اعظم مصباحی کے بقول نواب مزمل خاں لائبریری علی گڑھ میں ایک نسخہ ہے۔ ان دونوں نے سال بھر کوشش کی، مگر کامیابی نہیں مل سکی۔ حسنِ اتفاق اورادِ وجیہ میں مصنف نے اپنے شیخ حضرت شاہ محمد غوث گوالیاری کی دو کتابوں ”اورادِ غوثیہ“ اور ”جواہرِ خمسہ“ سے استفادہ کیا ہے۔ ان دونوں کتابوں کے مخطوطے دستیاب ہوئے، ان سے استفادہ کیا، جہاں بیاض تھا ان کتابوں سے مناسب الفاظ بھرے گئے، حضرت مولانا محمد نظام الدین لکھتے ہیں:

”کچھ مقامات کی دشواری اس حقیر نے حل کی اور جو مقامات ہم سے حل نہ ہوئے تو استاذی الکریم صدر العلما مرجع المصنفین حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دام ظلہ العالی ناظمِ تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے حل فرمائے۔“

اب ہم کچھ اورادِ وجیہ اردو سے نقل کرتے ہیں:

سالک کے فرائض: جب طالب راہِ حق میں قدم رکھے تو سب سے پہلے فرائض خداوندی، سنن مؤکدہ و غیر مؤکدہ کی پابندی کرے، ممنوعات و مشتبہات سے پرہیز کرے اور ہر مہینے میں تین دن ایام بیض اور پیر اور جمعرات کے دن روزے رکھے۔

ایام بیض اور پیر اور جمعرات کے روزے کی فضیلت:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ: ”ثَلٰثٌ مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ وَّ رَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ فَهٰذَا صِيَامُ الدَّهْرِ كُلِّهٖ.“ (مشکاۃ المصابیح، ص:179، کتاب الصوم، باب صیام التطوع، مجلس برکات مبارکپور)

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر مہینے کے تین دن اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان کے روزے رکھنا پورے سال روزہ رکھنے کے برابر ہے۔

توحید کی معرفت: کم بولنے، کم سونے، کم کھانے اور لوگوں سے کم میل جول کی عادت بنائے۔ ذکر جہر و ذکر خفی، پاس انفاس مرشد سے سیکھ کر تھوڑی مدت تک اس کی پابندی کرے۔ پھر دل کا ذکر سیکھے اور اس کی بھی تھوڑی مدت تک پابندی کرے، اس کے بعد کلمۂ جلالت ”اللہ“ کا دل پر تصور کرے اور کچھ دن اسی حالت میں پابندی کے ساتھ گزارے۔ پھر چند دنوں تک کلمۂ جلالت ”اللہ“ کا دل کے اندر تصور کرے پھر مرشد سے توحید کی معرفت حاصل کرے۔ حق تعالیٰ کی جانب سے مخلوق کے وجود کی کیفیت کا نام توحید ہے۔ اگر توحید کی معرفت حاصل کرنے کے قابل نہ ہوسکا تو اذکار میں مشغول ہو، عنایت خداوندی سے واصل حق ہوجائے گا۔

سلسلۂ شطاریہ کے اوراد و وظائف: اس کے بعد سلسلۂ شطاریہ کے اذکار و وظائف میں مصروف ہوجائے کہ ان ہی اذکار میں فنا فی اللہ ہے بلکہ فنا فی الاحد ہے جو مخلوق سے لاتعلقی اور اجتناب کا مقام ہے۔ جب مکمل طور سے وصول حق ہوجائے تو سلسلۂ شطاریہ کے کسی ایک ذکر کی پابندی کرے تاکہ مقام تمکین حاصل ہوجائے، جب مقام تلوین میں رہتے ہوئے تفرقہ پیدا ہوجائے تو مجاہدہ اور ریاضت کرے اور جہاں تک شب بیداری اور ترک طعام کا مجاہدہ ہوسکے ان کا مجاہدہ کرے۔ نیز ہر ماہ دس دن تک ریاضت کرے، حیوانات و ترک کرے۔ اور جب مقام تمکین حاصل کر کے صاحب حال ہوجائے تو روزانہ وظیفۂ مبدا و معاد دوازدہ رکن کرے نیز ذکر بالجہر کرے تاکہ اس کا دل ہوش میں رہے۔

نمازِ فجر کے بعد کے اوراد و نوافل: نیز نماز اشراق، نماز چاشت اور نماز تہجد کی روزانہ پابندی کرے۔ مقصود یہ ہے کہ ہمیشہ مشغولیت حق اور حضور حق کی کوشش کرے اور اسی حال میں ڈیڑھ پہر مشغول رہے۔ اور اوراد پڑھے۔ اوراد یہ ہیں:

نمازِ فجر کے بعد آیت الکرسی اور یہ آیت کریمہ تلاوت کرے:

﴿رَبَّنَا وَ اٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَ لَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ﴾ [آل عمران، 194] اس کے بعد یہ دعا پڑھے: اَللّٰهُمَّ اَصْبَحْنَا نُشْهِدُكَ وَ نُشْهِدُ حَمَلَةَ عَرْشِكَ وَ مَلَائِكَتَكَ وَ جَمِيْعَ خَلْقِكَ اَنَّكَ اَنْتَ اللهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَ رَسُوْلُكَ.

اس کے بعد دین و دنیا کی عزت کے لیے ۱۴۱/بار یَا عَزِیْزُ پڑھے، پھر مسبعات عشر پڑھے، مسبعات عشر کے بعد ۹۹/اسما کا ورد کرے اس کے بعد پانچ بار یا چھ بار اسماے عظام پڑھے۔

مسبعاتِ عشر: مسبعات عشر یہ ہیں: سات بار سورۂ فاتحہ، سات بار سورۂ کافرون، سات بار سورۂ اخلاص، سات بار سورۂ فلق، سات بار سورۂ ناس، سات بار آیت الکرسی، سات بار یہ دعا:

سُبْحَانَ اللهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَ اللهُ أَكْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

ایک بار: عَدَدَ مَا عَلِمَ اللهُ وَ زِنَةَ مَا عَلِمَ اللهُ وَ مِلْأَ مَا عَلِمَ اللهُ.

سات بار یہ درود: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَ نَبِيِّكَ وَ حَبِيْبِكَ وَ رَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ بَارِكْ وَ سَلِّمْ

سات بار یہ دعا: اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ وَ لِوَالِدَيَّ وَ لِمَنْ تَوَالَدَ وَارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِيْ صَغِيْرًا وَّاغْفِرِ اللّٰهُمَّ لِجَمِيْعِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ الْأَحْيَاءِ مِنْهُمْ وَالْأَمْوَاتِ بِرَحْمَتِكَ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ.

سات بار یہ دعا: اَللّٰهُمَّ يَا رَبِّ افْعَلْ بِيْ وَ بِهِمْ عَاجِلًا وَّ اٰجِلًا فِي الدِّيْنِ وَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ مَا أَنْتَ لَهٗ أَهْلٌ وَّ لَا تَفْعَلْ بِنَا يَا مَوْلَانَا مَا نَحْنُ لَهٗ أَهْلٌ إِنَّكَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ جَوَادٌ كَرِيْمٌ بَرٌّ رَّؤُوْفٌ رَّحِيْمٌ.

تین بار یہ دعا: سُبْحَانَ اللهِ الْعَلِيِّ الدَّيَّانِ سُبْحَانَ اللهِ الْحَنَّانِ الْمَنَّانِ سُبْحَانَ اللهِ الشَّدِيْدِ الْأَرْكَانِ سُبْحَانَ اللهِ فِيْ كُلِّ مَكَانٍ سُبْحَانَ مَنْ لَّا يَشْغَلُهٗ شَأْنٌ عَنْ شَأْنٍ سُبْحَانَ مَنْ يَّذْهَبُ بِاللَّيْلِ وَ يَأْتِيْ بِالنَّهَارِ.

غروب آفتاب کے وقت یہ دعا پڑھے:

سُبْحَانَ مَنْ يَّذْهَبُ بِالنَّهَارِ وَ يَأْتِيْ بِاللَّيْلِ.

اس کے بعد دو صفحے ترک کر دیے ہیں۔

"**ذکر سہ پایۂ شطار:** ذکر سہ پایۂ شطاریہ ہے، جب کسی چیز کی آواز کان میں سنائی دے تو اس بات کا تصور کرے کہ حق تعالیٰ سن رہا ہے۔ جب کسی چیز کو دیکھے تو یہ تصور کرے حق تعالیٰ دیکھ رہا ہے، اور جب دل میں کسی چیز کا خیال گزرے تو یہ تصور کرے حق تعالیٰ جان رہا ہے۔"

ہم نے چند مضامین اختصار کے ساتھ نقل کیے ہیں۔ اب ہم ذیل میں صرف چند عنوانات پیش کرتے ہیں:

ذکر ماہِ شوال، ذکر ماہِ ذوالحجہ، طریق شغل مبدا و معاد، دعاے عرفات، طریق دو از دہ رکن، استخارہ، ذکر ماہِ محرم، الاسماء الحسنی، دعاے روز عاشورہ، مجموعۂ اسماے عظام، ذکر ماہِ صفر، دعاے استجابت، ذکر ماہِ رجب، دعاے اختتام، نماز خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، شب معراج، ذکر ماہِ شعبان، ذکر ماہِ رمضان

انسانی زندگی کی معراج یہ ہے کہ وہ پابند شرع مومن ہو جائے، تقویٰ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے، تصوف کے سلاسل بھی کثیر ہیں۔ ان میں ایک اہم سلسلہ شطاریہ ہے۔ اس کے اوراد و وظائف بھی اپنے اندر بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ بر صغیر میں سلسلہ شطاریہ کے بانی حضرت شاہ عبد اللہ شطاری قدس سرہٗ [م: 832ھ] ہیں۔ اس عہد سے لے کر آج تک بے شمار علما اور مشائخ اس سے وابستہ ہوئے۔ ہم اوراد و وظائف پر خود لکھنے کے بجائے صوفی بزرگ حضرت مولانا محمد نظام الدین مصباحی دام ظلہ العالی کی تحریر "پیش لفظ" سے نقل کرتے ہیں:

یہ رسالہ ایک سالک کے لیے ضروری علم کے حصول کے بعد عملی میدان میں راہ تصوف و سلوک طے کرنے کے لیے مینارۂ ہدایت ہے کہ اس پر عمل کر کے اور گناہوں سے اجتناب کر کے ایک مؤمن دنیا و آخرت کی بھلائیاں اپنے دامن میں سمیٹ سکتا ہے۔ بعض اشغال و اعمال و اوراد وہ ہیں جو صوفیۂ کرام نے اپنے مریدین و متوسلین کی روحانی تربیت کے لیے ایجاد کیے ہیں مگر وہ قرآن و احادیث کے مخالف نہیں، اسی لیے ان پر عمل کرنا گویا شریعت طاہرہ کی اجازت سے عمل کرنا ہے ورنہ ایسے اعمال کی اجازت بڑے بڑے محدثین کیوں دیتے اور لیتے۔ حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ جن کی ذات سب کے نزدیک بطور دلیل پیش کی جاتی ہے ان کی کتاب "القول الجمیل" ایسے اعمال سے پُر، نیز سلسلۂ شطاریہ کی عظیم کتاب "جواہر خمسہ شریف" جس سے اس رسالہ میں کئی اعمال منقول اُس کی سندیں اور اس کے اعمال کی اجازتیں حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ اپنے اُستاذ علم حدیث المحدث ابو طاہر مدنی، شیخ محمد سعید لاہوری علیہما الرحمہ سے حاصل کیں۔ تفصیل کے لیے الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ طریقۂ شطاریہ، ص ۱۵۷، ۱۵۸ کا مطالعہ فرمائیں۔

اوراد و اشغال کے فوائد سے کماحقہ مستفید ہونے کے لیے ضروری ہے کہ اس پر مواظبت کی جائے اور حضور قلب سے ان کی تلاوت اور ترکیب پر عمل کیا جائے جیسا کہ امام عبد اللہ الحداد الیمنی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"الأوراد لا تنفع إلا مع الدوام و لا تؤثر إلا مع الحضور." (الخلاصة في أذكار للعلامه الحبيب عمر

حفظہ، ص:6)

ہم نے عرض کیا تھا کہ فن کار شاعر اور ادیب لبیب عالی جناب مہتاب پیامی مبارک پوری پر کچھ عرض کریں گے۔ سچ اور حق یہ ہے کہ اس وقت مبارک پوری شعرا میں آپ جیسا کوئی زود گو فن کار شاعر کم از کم ہماری نظر میں نہیں۔ مبارک پور میں نعوت اور مناقب مشترکہ پڑھنے والی کثیر انجمنیں ہیں اور قرب و جوار کے قصبات اور شہروں کا بھی یہی عالم ہے۔ عام طور پر ان میں شعرا نہیں ہوتے، ان کے ذمہ دار دیگر شعرا سے لکھواتے ہیں۔ بارہ ربیع الاول شریف کے موقع پر کثیر تعداد میں انجمنیں آپ سے کلام لکھواتی ہیں، اسی طرح گیارہویں شریف، محرم الحرام، حجاجِ کرام کے لیے، عرس حضور حافظ ملت اور دیگر بزرگوں کے اعراس کے مواقع پر مناقب اور دیگر فرمائشی نظمیں بھی خوب لکھواتے ہیں۔

محترم مہتاب پیامی کا فرمانا ہے کہ بارہ ربیع الاول شریف کے موقع پر مبارک پور اور قرب و جوار کے لیے فرمائشی نعتیں تین چار سو تک ہوجاتی ہیں اور اس سے کچھ کم دیگر مواقع پر بھی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نظرِ بد سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

بفضلہ تعالیٰ آپ صرف روایتی شاعر نہیں بلکہ علمِ عروض اور دیگر شاعرانہ نزاکتوں سے بھی بخوبی واقف ہیں، شعر و سخن میں آپ کی مطبوعہ کتاب "اللہ اکبر" ہے، مگر ای بکس دس کی تعداد میں ہیں۔ آپ سلجھے ہوئے کامیاب نثر نگار بھی ہیں، اردو ادب کے علمی و فنی حلقوں میں آپ کی نثری نگارشات کو پسند کیا جاتا ہے، نت نئی ترکیبیں، چبھتے ہوئے چھوٹے چھوٹے جملے، موقع و محل کے لحاظ سے لفظوں کا انتخاب تاریخی، سماجی، سیاسی، مذہبی اور سائنسی موضوعات پر مسلسل لکھتے رہتے ہیں، آپ کے سیکڑوں وقیع مضامین اور تین مطبوعہ کتب بھی ہیں۔ آپ کا خاص کمال یہ ہے کہ اگر کوئی موضوع دیا جائے تو شاعری کا حق ادا فرما دیتے ہیں۔ آپ نے شجرۂ خانقاہ علویہ شطاریہ تحریر فرمایا ہے۔ 36 اشعار میں جس بلند خیالی اور شاعرانہ فکر و فن کا مظاہرہ کیا ہے، بس قلم چومنے کو جی چاہتا ہے، اس شجرہ کی انفرادیت یہ ہے کہ جس شیخ میں جو انفرادی خصوصیت ہے اس پر پورا زور قلم صَرف فرمایا ہے۔ اس میں صرف شاعری کا کمال نہیں بلکہ صوفیانہ فکر اور تدبر و ذہانت کا بھی امتیاز ہے۔ چند اشعار ذیل میں پڑھیے۔

یا الٰہی کر عطا اپنی عطا کے واسطے
ہاتھ ہم سب نے اٹھائے ہیں دعا کے واسطے
یا الٰہی ! دین و دنیا میں ہمیں آباد رکھ
ہو کرم حضرت محمد مصطفیٰ کے واسطے
یا الٰہی! تو ہماری مشکلیں آسان کر
حضرتِ مولا علی مشکل کشا کے واسطے
یا الٰہی! ہم ہیں مجرم، استغیثُ یا غیاث
شہ محمد غوث عالَم مقتدا کے واسطے
یا الٰہی تو ہمیں عکسِ وجیہ الدین کر
شہ وجیہ الدین علویؔ پیشوا کے واسطے
خاتمہ بالخیر فرما یا اللہ العالمیں
کل مشائخ علویہ شطاریہ کے واسطے
لغزشوں کو در گزر کر یا رحیم و یا کریم
مغفرت فرما ہماری مصطفیٰ کے واسطے

سچائی یہ ہے کہ مہتاب پیامی مبارک پوری نے بڑا زبردست شجرہ منظوم فرمایا ہے۔ ایک ایک شعر روحانی بالیدگی سے سرشار ہے۔ روحانی قوتیں بظاہر نظر نہیں آتیں یہ بڑی خاموشی سے انسانی زندگی میں انقلاب پیدا کرتی ہیں۔ پیامی صاحب نے حج و زیارت کی سعادت بھی حاصل کی ہے اور خانقاہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھہ مقدسہ کا بھی بھرپور فیضان جاری ہے، بفضلہ تعالیٰ آپ صرف نعت نگار ہی نہیں بلکہ باشرع مرد مومن بھی ہیں۔ آپ پر کچھ ایسے روحانی فیوض و برکات ہیں جن سے سارے لوگ واقف نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کے طفیل آپ کی عمر، اقبال اور عشقِ رسول میں خوب اضافے فرمائے۔ آمین۔

پیشِ نظر کتاب روحانی اوراد و وظائف کا مرقعِ جمیل ہے۔ کاغذ اور طباعت بھی عمدہ ہے، ہم سب کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ اسے حاصل کریں۔ اوراد و وظائف صرف ورد کرنے کی چیزیں ہیں ان کے فیوض و برکات پڑھنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عبادت و ریاضت اور اوراد و وظائف کی توفیقات عطا فرمائے۔ ۸۰؍ صفحات کی قیمت صرف دعاے خیر۔ اس مرقع کو منظرِ عام پر لانے کے لیے جن حضرات نے بھی تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انھیں اجر کثیر اور جزاے جلیل عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم۔☆☆☆

نقد و نظر

لو جہاد- حقیقت یا افسانہ

تبصرہ نگار: مفتی محمد اعظم مصباحی مبارک پوری

کتاب : لو جہاد، حقیقت یا افسانہ
مولف : عابد چشتی
صفحات : 78
اشاعت: 1441ھ/2020ء
ناشر : مکتبہ صمدیہ
جامع مسجد آستانہ عالیہ، پھپھوند شریف

شرم و حیا، عفت اور پارسائی کا جو تصور مذہب اسلام نے پیش کیا ہے، دوسری قوموں اور دوسرے مذاہب میں نظر نہیں آتا۔ نفسی نفسی کے اس دور میں جب کہ لوگوں کی آنکھوں میں حیا باقی نہیں رہی، ان کے لیے ہر قسم کی بے ہودہ لغویات، فحش اور آوارہ گردی پر مشتمل حیا سوز مناظر بڑی آسانی کے ساتھ مہیا ہیں۔ ٹی وی، موبائل، انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا پر یہ چیزیں ہر وقت موجود رہتی ہیں۔ عورتیں اس قدر باریک، چست اور نیم عریاں لباس پہن کر بازاروں، میلوں اور ہوٹلوں میں دندناتی پھرتی ہیں، گویا لباس پہنے ہوئے بھی عریاں نظر آتی ہیں تو لوگوں کا گناہوں سے بچنا ایک دشوار امر ہے، ایسے ماحول میں اسلام نے عفت و پارسائی اور پردہ کے تعلق سے جو احکام پیش ہیں، انھیں عام کر کے اور ان پر عمل پیرا ہو کر ان برائیوں کے خلاف بند باندھا جا سکتا ہے۔

پردے کی اہمیت پر اسلام نے بہت زور دیا ہے، اجنبی مردوں اور عورتوں کے میل جول اور اختلاط کو اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔ یوں ہی عورتوں کو تاکید فرمائی ہے کہ بلا وجہ گھروں سے باہر نہ نکلیں، غیر محرم مردوں سے نہ ملیں اور عفت و حیا کا دامن مضبوطی کے ساتھ تھامے رکھیں۔ قرآن کریم میں رب العالمین کا ارشاد مبارک ہے:

"قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ" (القرآن الحکیم، سورۃ النور، آیت: 30، 31)

ترجمہ: مسلمان مردوں کو حکم دو اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے۔ بے شک اللہ کو ان کے کاموں کی خبر ہے اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں کچھ نیچی رکھیں اور اپنی پارسائی کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگھار ظاہر نہ کریں۔ (کنز الایمان)

ایک طرف تو مذہب اسلام اتنے بہتر اور پاکیزہ اصول والا مذہب ہے، وہ کسی بھی غیر مرد کی طرف نگاہ اٹھانے کی اجازت نہیں دیتا، اور یوں ہی غیر عورتوں کو مردوں کو دیکھنے سے سختی سے منع فرماتا ہے۔ ان کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، میل جول رکھنا تو بہت دور کی بات ہے، لیکن دوسری طرف اسلام مخالف قوتیں اس مسئلہ کو لے کر اسلام پر کیچڑ اچھال رہی ہیں۔ ہمارے وطنِ عزیز میں جب سے ایک خاص نظریہ اور فکر والی جماعت برسر اقتدار ہے، آئے دن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف نت نئے طریقوں سے زہر افشانی کر رہی ہے اور شرپسند عناصر نفرتوں اور عداوتوں کی چنگاری بھڑکا کر اس ملک کے امن و امان کو خاکستر کر رہے ہیں۔ لو جہاد کے نام پر مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہا رہے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ مذہب اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ اس کے ماننے والے غیر مسلم لڑکیوں کو پیار محبت کا جھانسا دے کر ان سے شادی کریں اور انھیں زبردستی مسلمان کریں، پھر ان سے بچے پیدا کر کے مسلمانوں کی تعداد بڑھائیں اور اس طرح سے جب کی تعداد میں اضافہ ہوگا تو ایک دن مسلمان اس ملک کی حکومت پر قابض ہو جائیں گے۔ اس طرح کے بے سر و پا اعتراضات کے ذریعہ مسلمانوں کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جا رہا ہے۔

زیر تبصرہ کتاب "لو جہاد- حقیقت یا افسانہ" میں فاضلِ گرامی حضرت مولانا عابد چشتی نے ان سارے جھوٹے الزامات اور بے بنیاد اعتراضات کی قلعی کھولنے کی سعی کی ہے تاکہ لو جہاد کے نام پر ظلم و بربریت کا جو ننگا ناچ کھیلا جا رہا ہے، اس کی پردہ دری کر کے حقیقت آشکار کی جائے۔

یہ کتاب 78 صفحات کو محیط ہے، خانقاہ صمدیہ کی متحرک و

فعال شخصیت خطیب الہند حضرت علامہ سید مظہر چشتی کی طرف اس کتاب کا انتساب ہے۔ دو شخصیات مولانا غلام رسول دہلوی اور مفتی انفاس الحسن چشتی کے تاثرات اس کتاب کی زینت اور افادیت میں اضافہ کر رہے ہیں۔ کتاب کی تصنیف کا داعیہ بیان کرتے ہوئے مفتی انفاس الحسن چشتی رقم طراز ہیں:

”کچھ دنوں پہلے پورے ہندوستان میں لو جہاد کے نام پر خوب شور شرابا کیا گیا اور میڈیا کا سہارا لے کر نوجوانوں کے خلاف زہر اگلا گیا کہ وہ غیر مسلم لڑکیوں سے لو جہاد کرتے ہیں جس کے نتیجے میں کئی مسلم نوجوانوں کو اپنی جان تک گنوانی پڑی۔

حالاں کہ لو جہاد جیسی پراگندگی کا اسلام میں نام و نشان بھی نہیں ہے۔ اس کی تفہیم کے لیے زیر نظر کتاب تحریر کی گئی ہے تاکہ شر پسندوں کی طرف سے لو جہاد کو لے کر سماج میں جو زہر گھولا جا رہا ہے اس کی حقیقت سے پردہ اٹھا کر صداقت کا آئینہ دکھایا جائے۔“(ص:7)

تقدیم میں مبلغ اسلام حضرت علامہ عبدالمبین نعمانی لکھتے ہیں:

”مولانا عابد چشتی نے اس اہم موضوع پر قلم اٹھا کر ماحول کو پیس فل بنانے اور ہنگامہ خیزی کرنے والوں کو منہ توڑ جواب دینے کی جو کوشش کی ہے وہ بہت ٹھیک اور قابلِ ستائش ہے۔ اس کتاب کو اردو سے زیادہ انگلش اور ہندی زبانوں میں شائع ہونا چاہیے تاکہ اس کی افادیت عام ہو سکے۔(ص:17، 18)

مولانا عابد چشتی نے لو جہاد کی حقیقت اور اس تعلق سے ہونے والے شکوک و شبہات کا بھر پور جائزہ لیا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ لو جہاد کا اسلام سے دور دور تک کوئی تعلق اور واسطہ نہیں ہے۔ چناں چہ ”اپنی بات“ کے عنوان کے تحت تحریر فرماتے ہیں:

”اگر کوئی یہ مانتا ہے کہ ”لو جہاد“ اسلامی جہاد کی ایک صورت اور اس کا ایک روپ ہے تو اسے چاہیے کہ وہ سب سے پہلے اسلامی قانون کے سب سے مستند اور بنیادی ماخذ قرآن اور حدیث سے اس جہاد کا ثبوت فراہم کرے۔“(ص:20)

مذہب اسلام میں جہاد کا کیا معنی و مفہوم ہے، اس کی کتنی قسمیں ہیں اس پر معلوماتی گفتگو مثالوں کی روشنی میں پیش کی ہے۔ جہادِ اکبر اور جہادِ اصغر کسے کہتے ہیں؟ احادیث کی روشنی میں ان کی وضاحت فرمائی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ ”لو جہاد“ کی خود ساختہ تعریف اسلامی جہاد کے ساتھ کسی طرح بھی منطبق نہیں۔

لو جہاد کے نام پر فرقہ فرست طاقتیں یہ باور کرانے کی کوشش کر رہی ہیں کہ مسلمان غیر مسلم لڑکیوں کو اپنی محبت کے جال میں پھنسا کر انھیں زبردستی مسلمان بنا رہے ہیں۔ اس کے لیے منظم طور پر مسلمان کام کر رہے ہیں حالاں کہ زمینی حقیقت بالکل اس کے بر عکس ہے، صداقت تو یہ ہے کہ یہی لوگ جو مسلمانوں پر اس طرح کے بے جا الزامات عائد کر رہے ہیں، منصوبہ بند طریقے سے اس اشیو پر کام کر رہے ہیں اور وہ اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہو رہے ہیں۔ مسلم لڑکیوں کو اپنے عشق میں پھنسا کر ان سے شادی رچاتے ہیں اور انھیں اپنے مذہب میں کنورٹ کرتے ہیں۔ جب مقصد حاصل ہو جاتا ہے تو اپنے ساتھ رکھ کر ازدواجی زندگی گزارتے ہیں یا انھیں چھوڑ دیتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ مقصد کی حصول یابی کے بعد انھیں موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں، اس طرح کی خبریں سوشل میڈیا پر آئے دن دیکھنے کو ملتی ہیں۔ مولانا عابد چشتی نے ان لوگوں کی فہرست بھی تیار کی ہے جنھوں نے اپنی شادیاں مسلم لڑکیوں سے رچائیں اور ان کے ساتھ گزر بسر کر رہے ہیں۔

یہ فرقہ پرست طاقتیں اسلام کے نظریۂ جہاد کے وسیع معنی و مفہوم سمجھنے سے قاصر ہیں اور روز بروز اپنی خود ساختہ تعریف کے ذریعہ جہاد کے تعلق سے نئے نئے شگوفے چھوڑ رہی ہیں۔، انھوں نے صرف لو جہاد پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ کبھی لینڈ جہاد، کبھی پٹرول جہاد اور کبھی جن سنکھیا جہاد کے نام پر مسلمانوں کے خلاف شر انگیزیاں کر رہی ہیں۔ فاضل مصنف نے ان کے ان خود ساختہ نظریات کی اچھی خبر گیری کی ہے۔

لو جہاد پر لکھی گئی کتابوں اور اس میں لگائے گئے الزامات کا بھی منصفانہ جائزہ پیش کیا ہے۔ اور اخیر میں ”ایک پیغام مسلم نوجوانوں کے نام“ سے مسلمانوں سے اپنے سوزِ دل اور دردِ دل بیان کیا ہے۔ انھیں اس پر فتن دور میں پھونک پھونک کر اور حزم و احتیاط کے ساتھ قدم رکھنے کی نصیحتیں کی ہیں اور شر پسند عناصر کے مکر و فریب اور ان کی جعل سازیوں سے خبر دار کراتے ہوئے مذہب اسلام کی تعلیمات اور مستقبل کو تاب ناک کرنے کی ہدایات بھی رقم فرمائی ہیں۔

پوری کتاب لائقِ مطالعہ ہے، اس پر آشوب دور میں اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ عام کرنے کی ضرورت ہے، تاکہ مسلمان ان جیسے فتنوں سے محفوظ رہیں۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ اس کتاب کا ہندی ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے۔ کتاب کا سرورق دل آویز اور طباعت معیاری ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب بھی مولف کی دیگر تالیفات کی طرح مقبول خاص و عام ہو گی۔ ☆☆☆

خیابانِ حرم

منظومات

اُن کا جلوہ دیکھ کر

دل ہُوا روشن محمد کا سراپا دیکھ کر
ہوگئیں پُر نُور آنکھیں اُن کا جلوہ دیکھ کر

دنگ ہے دُنیا، عقیدت کا یہ نقشا دیکھ کر
سجدہ کرتی ہے جبیں نقشِ کفِ پا دیکھ کر

شانِ محبوبِ خدا کا غیر ممکن ہے جواب
کہہ اُٹھا سارا زمانہ، ساری دُنیا، دیکھ کر

جُھوم اُٹھے گی آرزو، دل کی کلی کِھل جائے گی
مسکرا دیں گے جو مجھ کو میرے آقا، دیکھ کر

صدقے ہو جانے کو پروانے سمٹ کر آ گئے
ہر طرف شمعِ رسالت کا اُجالا دیکھ کر

یہ سلاطینِ زمانہ ایک ڈھلتی چھاؤں ہیں
دم بخود دنیا ہے شانِ شاہِ بطحا دیکھ کر

لرزہ بر اندام ہیں ہر دَور کے لات و منات
کفر کی ظُلمت ہے ترساں اُن کا جلوہ دیکھ کر

کیا عجب مجھ پر کرم فرمائیں سُلطانِ اُمم
ذوقِ دل، ذوقِ وفا، ذوقِ تمنّا دیکھ کر

جا کے بطحا میں وہیں کا ہو کے رہنا تھا تجھے
اے دلِ ناداں! پلٹ آیا یہاں کیا دیکھ کر

ہے یہی منشا، یہی مقصد، یہی منزل بھی ہے
اور کیا دیکھیں ترا نقشِ کفِ پا دیکھ کر

مَیں وہ دیوانہ ہُوں دربارِ محمد کا نصیؔر
ہیں فرشتے وَجد میں میرا تماشا دیکھ کر

کہیں اور نکل جاؤں گا

غیر کو دیکھ کے غیرت سے پگھل جاؤں گا
صورت شمع تیری بزم میں جل جاؤں گا

وہ بلاتے ہی رہیں میں تو مچل جاؤں گا
انکی محفل میں نہ آج اور نہ کل جاؤں گا

اتنا بھولا نہیں باتوں سے بہل جاؤں گا
وہ سمجھتے ہیں ٹالیں گے تو ٹل جاؤں گا

آسرا مجھ سے یہ کہتا ہے کہ پھوٹے گی سحر
غم کا کہنا ہے اندھیرا میں نگل جاؤں گا

آپ کیوں اتنے پریشاں ہیں جناب ناصح
ٹھوکریں کھا کے زمانے کی سنبھل جاؤں گا

گلشنِ دہر کا اک برگ خزاں دیدہ ہوں
خاک ہوجاؤں گا سڑ جاؤں گا گل جاؤں گا

آپ پھرتے ہیں اگر قول سے بیشک پھر جائیں
میں تو ایسا نہیں جو بات بدل جاؤں گا

ہے ارادہ تو میرا کوچۂ جاناں کا نصیر
دل نہ مانا، تو کہیں اور نکل جاؤں گا

پیر سید نصیر الدین نصیؔر جیلانی علیہ الرحمۃ گولڑوی

جب زندگی رسولِ خدا تک پہنچ گئی

گھبرا کے موت اپنی قضا تک پہنچ گئی
"جب زندگی رسولِ خدا تک پہنچ گئی"

مدحت الف سے ان کی جو "یا" تک پہنچ گئی
حرفِ ہجا سے حرفِ ندا تک پہنچ گئی

اقرا کی جستجو میں عقیدت کی انگلیاں
تھامے ہوئے یہ عقل، حرا تک پہنچ گئی

محبوب کے لعاب سے برکت ملی جسے
تشنہ لبی اُس آبِ بقا تک پہنچ گئی

ذکرِ رضائے رب ہوا، جب جب، جہاں جہاں
ہر پھر کے بات اُن کی رضا تک پہنچ گئی

محشر کا خوف دل سے نکلتا چلا گیا
جب میری ذات ان کی لِوا تک پہنچ گئی

ظلمت میں کام آنہ سکا جب کوئی دِیا
اندھے کی آنکھ اُن کی دَیا تک پہنچ گئی

نکلے تھے لے کے تیغِ برہنہ عمر مگر
تقدیر اُن کی "لا" سے "بلیٰ" تک پہنچ گئی

سب غازیانِ بدر کو حاصل ہوا قرار
تقدیرِ زخم خاکِ شفا تک پہنچ گئی

وہ بوریا نشیں ہے تو کیا، دیکھ اُس کی شان
خود سلطنت نبی کے گدا تک پہنچ گئی

مہتابؔ میری فکر کا قبلہ ہوا درست
دل کی دَشا نبی کی دِشا تک پہنچ گئی

مہتاب پیامی

سفر آخرت

فاضلِ اشرفیہ علامہ بدر القادری کا ہالینڈ میں وصال پر ملال

تحفظِ ناموسِ رسالت کے عظیم علمبردار
مولانا بدر القادری کا ہالینڈ میں کا انتقال

ممبئی: سنی دنیا میں یہ خبر بڑے دکھ کے ساتھ سنی گئی کہ حضرت علامہ بدرالقادری ہالینڈ وصال کر گئے، ارباب علم وادب اور دانشوران قوم وملت میں سب سے نمایاں نام فرزندان اشرفیہ کے ہونہار سپوت حضرت علامہ مولانا بدرالقادری قدس سرہٗ کا ہے جو بیک وقت جلالت العلم حضور حافظ ملت حضرت علامہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان سے علم ظاہری شریعت کا علوم حاصل کر کے علم وحکمت کا خزانہ اپنے سینے میں بھر لیا تو دوسری جانب تاجدار اہلسنت حضور مفتی اعظم علامہ مولانا مفتی مصطفیٰ رضا قدس سرہٗ بریلی شریف کے دامن کرم سے وابستہ ہو کر راہ سلوک وطریقت حقیقت ومعرفت کا جام پی کر بارگاہ غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تمغۂ قادریت اپنے گلے میں ڈال لیا۔ حضرت علامہ بدر القادری علیہ الرحمۃ شریعت و طریقت، حقیقت و معرفت کی لازوال نعمتوں سے مالا مال ہو کر مسلک اعلیٰ حضرت کا علم لے کر اٹھے اور افق عالم پر چھا گئے۔ ایشیا سے یورپ تک اپنے بزرگوں کا فیضان ساون بھادوں کی طرح دنیا بھر میں برساتے رہے، مغربی ممالک میں آپ کی خدمات کا دائرہ بہت وسیع رہا، اسلام کے آفاقی پیغام اور تحفظِ ناموس رسالت کو مستشرقین یورپ میں بڑے دانشمندانہ انداز میں فرماتے رہے، ایسے عظیم داعی کے چلے جانے سے پوری سنی دنیا سوگوار ہے، ورلڈ اسلامک مشن کے سکریٹری جنرل مفکر اسلام، حضرت علامہ قمرالزماں اعظمی، مفکر ملت حضرت علامہ ڈاکٹر شاہد رضا نعیمی، نوجوان داعی اسلام حضرت مولانا فروغ القادری سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن لندن نے بڑے ہی دکھ اور رنج و غم کا اظہار فرماتے ہوئے کہا کہ پوری دنیا کا ہمارا سب سے بڑا ساتھی ہم سب کو چھوڑ کر چلا گیا۔ علامہ قمرالزماں اعظمی نے کہا کہ مولانا بدر عالم مصباحی انڈیا کے عظیم اسلامی اسکالر کا نام ہے جو بھارت سے طلوع ہو کر اپنی داعیانہ کرنوں سے نہ صرف ہندوستان کو منور کیا بلکہ اہل مغرب کو بھی اندھیرے سے اسلام کے اجالے کی طرف کھینچ لایا۔ الحاج محمد سعید نوری، سربراہ رضا اکیڈمی بانی و جنرل سکریٹری تحفظ ناموس رسالت بورڈ نے کہا کہ بھارت کا سپوت علامہ بدرالقادری ہالینڈ نے، اسلام کے امن و شانتی کا دوت بن کر یورپ میں ہندوستان کا نام روشن کیا،

عالمِ اسلام ایک متحرک فعال داعی سے محروم ہو گیا

انا للہ وانا الیہ راجعون ابھی ابھی یہ اندوہ ناک خبر ملی کہ علامہ بدرالقادری مصباحی کا وصال ہو گیا، خبر سنتے ہی جامعہ اشرفیہ کی فضا سوگ وار ہو گئی، جامعہ کے سربراہ اعلیٰ علامہ عبد الحفیظ دام ظلہ نے رنج و غم کا اظہار فرمایا، علامہ بدرالقادری علیہ الرحمۃ، فرزندان اشرفیہ میں علم و فضل کے حوالے سے کسی بھی طبقہ میں محتاج تعارف نہیں، پوری زندگی اسلامیات پر لکھتے رہے اور اور امت مسلمہ کو اپنے دینی خطابات سے نوازتے رہے، جامعہ اشرفیہ سے فراغت کے بعد عرصہ دراز تک ہند میں رہ کر خدمت دین میں مصروف عمل رہے، اور جامعہ اشرفیہ کے دینی علمی ترجمان ماہنامہ اشرفیہ کا مدیر اوّل ہونے کا شرف بھی انھیں حاصل رہا، آج جامعہ اشرفیہ ہی نہیں بلکہ پورا عالم اسلام ایک عظیم عالم دین ایک بلند پایہ مصنف ایک دانش ور صاحب قرطاس وقلم ایک متحرک فعال داعی اسلام سے محروم ہو گیا۔ اللہ کریم ان کی بے حساب مغفرت فرمائے اور اپنے جوار قدس میں جگہ عنایت فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل کی برکات سے نوازے۔ آمین بجاہ سید المرسلین علیہ الصلاۃ والتسلیم

بدر عالم مصباحی

صدر المدرسین دار العلوم اہل سنت اشرفیہ مصباح العلوم
مبارک پور اعظم گڑھ یوپی انڈیا

اور تحفظ ناموس رسالت کے لیے اپنی پوری زندگی وقف کردی، علامہ شاہد رضا نعیمی نے کہا: الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ بھارت کا پروردہ اہل مغرب کو اسلام کے روشن آفاقی پیغام سے روشناس کیا، یورپی دنیا علامہ بدر القاری کے احسانات کو بھلا نہیں پائے گی مولانا فروغ القادری نے کہا کہ علامہ بدر القادری دعوت تبلیغ اور رشد وہدایت کے حوالے سے یورپ کی دنیا میں بہت دیر تک یاد کیے جاتے رہیں گے، وہ اسلامی مشن کی اشاعت میں ہمارے لیے بہت بڑے آئیڈیل تھے، "ابر رحمت ان کے مرقد پہ گہرباری کرے:: حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے"۔ نوری صاحب نے کہا کہ رضا اکیڈمی، ورلڈ اسلامک مشن، تحفظ ناموس رسالت بورڈ، آل انڈیا جمعیت العلما کے سربراہان اس دکھ کی گھڑی میں ان کے صاحب زادگان واہل خانہ کے ساتھ کھڑے ہیں اور تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہیں، رب قدیر پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

عالم دین کی وفات ایک عالم کی موت ہے

داعی اسلام علامہ بدر القادری ہالینڈ جہان شعر وسخن، زبان وادب، دعوت وتبلیغ اور تصنیف وتالیف کا نہایت باوقار اور محترم نام ہے آپ جماعت اہلسنت کے نامور عالمِ دین اور اسلامیات کے اہم اسکالر تھے آپ کی دینی، مذہبی، تبلیغی، شعری، ادبی اور نثری خدمات کا دائرہ تقریباً پانچ دہائیوں پر محیط ہے جامعہ اشرفیہ کے ممتاز فاضلین اور سرکار حافظ ملت کے ارشد تلامذہ میں آپ کا شمار ہوتا ہے سیدی وسندی حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرف بیعت اور خرقہ خلافت حاصل تھا۔ زبان وبیان پر حد درجہ قدرت ومہارت تھی۔ قلم سیال، فکر میں بلندی، خیال میں وسعت اور تحریر میں بڑی جامعیت پائی جاتی ہے تبسم آپ کی عادت، چھوٹوں پر شفقت آپ کی فطرت اور بڑوں کا ادب آپ کا شیوہ تھا یہی وجہ ہے کہ ہر طبقے میں مقبول ومحترم تھے ایسی بے نفس شخصیت آج کے اس دور قحط الرجال میں نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے ایسی ہمہ جہت خوبیوں کے مالک عالم دین کی وفات ایک عالم کی موت ہے اللہ تعالیٰ ان کی خدمات جلیلہ کو شرف قبولیت کی سند عطا فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل کی دولت سے نوازے آمین ثم آمین.

شریکِ غم: محمد قمر الزماں مصباحی مظفر پوری
ڈائریکٹر ادارہ لوح وقلم، سعد پورہ، مظفر پور، بہار

محفل ایصال ثواب حضرت علامہ بدر القادری علیہ الرحمۃ

آج بروز سنیچر بوقت 11 بجے مورخہ 3 صفر المظفر 1443 مطابق 11 ستمبر 2021 کو مرکزی ادارہ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ 6 میں بموقع ایصال ثواب حضرت علامہ بدر القادری علیہ الرحمۃ ہالینڈ محفل منعقد ہوئی جس کی صدارت حضور فقیہ ملت حضرت مفتی حسن رضا نوری مدظلہ العالی نے فرمائی محفل کی نظامت کی باگ ڈور مولانا بدر عالم فیضی نے سنبھالی، ابتدا تلاوت کلام سے مولانا محمد تفسیر عالم جامعی نے کی اور نعت ومنقبت کا گلدستہ مولانا رفیع اللہ اور مولانا سجاد نے پیش کیا اور خصوصی خطاب حضرت فقیہ ملت کا ہوا جس میں انہوں نے حضرت علامہ بدر القادری علیہ الرحمۃ کے حالات زندگی اور دینی وملی خدمات پر روشنی ڈالی اور ان کے کارناموں سے ہمیں روشناس فرمایا اور محفل کا اختتام صلاۃ وسلام پر ہوا۔

علم وادب کا ایک تابندہ ستارہ غروب ہوگیا

جماعت اہل سنت کے عالمی شہرت یافتہ عالم دین، بلند پایہ شاعر وادیب، کئی اہم کتابوں کے مصنف حضرت مولانا بدر القادری مصباحی طویل علالت کے بعد مورخہ یکم صفر المظفر 1443 مطابق 9 ستمبر 2021 کو ایمیسٹرڈم ہالینڈ میں وصال فرماگئے۔

حضرت مولانا بدر القادری مصباحی ایک جید عالم دین اور اعلی فکر وبصیرت کے حامل مصنف اور انقلابی شاعر تھے، عہد طالب علمی ہی میں آپ کا ایک شعری مجموعہ "اشک خوں" کے نام سے منظر عام پر آیا۔ آپ کا شمار جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے قابل فخر فرزندان میں ہوتا تھا، آپ حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان کے معتمد اور ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور کے سب سے پہلے مدیر اعلی تھے۔ جامعہ اشرفیہ مبارک کے تعارف میں سب سے پہلی کتاب "اشرفیہ کا ماضی وحال" کے نام سے آپ ہی کے نوک قلم سے معرض وجود میں آئی اور حافظ کے تعارف میں باضابطہ ضخیم کتاب بنام حیات حافظ ملت آپ ہی کی کاوش فکر وقلم کا نتیجہ ہے۔ تصنیف وتالیف، دعوت وتبلیغ اور شعر وسخن آپ کا مشغلہ تھا، ۱۹۷۸ء سے آپ ہالینڈ کی سرزمین پر دینی ومذہبی خدمات انجام دے رہے تھے، آپ کا وصال جماعت اہل سنت کا بڑا خسارہ ہے۔

ان خیالات کا اظہار خیر الاذکیا علامہ محمد احمد مصباحی ناظم

تعلیمات جامعہ اشرفیہ مبارک پور اور رئیس التحریر حضرت علامہ یٰسین اختر مصباحی دارالقلم دہلی نے تحریک دعوت انسانیت ڈیرہ پور کان پور دیہات کے زیر اہتمام حاج مئو شہر کان پور میں منعقد ایک اہم تعلیمی مشاورتی نشست میں کیا۔

آپ کے وصال پر ملال کی اطلاع پر ایصال ثواب اور دعاے مغفرت کا بھی اہتمام کیا گیا اور تعزیتی کلمات پیش کیے گئے۔

اس نشست میں حضرت مفتی محمد انفاس الحسن چشتی، صدر المدرسین جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف، حضرت مولانا مسعود احمد برکاتی مصباحی، حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی، حضرت مولانا صدر الوری قادری مصباحی اساتذہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، حضرت مولانا غلام محبوب سبحانی ازہری، حضرت مولانا احکام علی چشتی مصباحی، حضرت مولانا آفتاب عالم صمدی اساتذہ جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف اور حضرت مولانا محمد مقبول مصباحی المجمع الاسلامی مبارک پور اور حضرت مولانا ساجد رضا مصباحی کشی نگر شریک تھے۔

من جانب: تحریک دعوت انسانیت ڈیرہ پور کان پور دیہات

آسمان علم وقلم کا بدر کامل ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا

جب سے یہ روح فرسا خبر سنی ہے کہ بدر ملت حضرت علامہ بدر القادری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہم غربائے اہل سنت کو داغ مفارقت دے گئے ہیں، یقین جانیں میرا تو دل ہی بجھ گیا ہے، افسردگی کا یہ عالم ہے کہ ابھی تک آنکھیں نم ہیں۔ آہ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بدر القادری علیہ الرحمہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کا ایک فرزند جلیل تھے۔ ان کے سانحہ ارتحال سے پوری دنیائے سنیت کی فضا سوگوار ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور ہم سب کو صبر جمیل عطا فرمائے آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وازواجہ وذریتہ واولیاء امتہ وعلما ملتہ اجمعین...

شریک غم۔ سید صابر حسین شاہ بخاری قادری
برھان شریف ضلع اٹک پنجاب پاکستان

☆☆☆

(ص:55 کا بقیہ)۔۔ آج پیسے پیسے کے لئے محتاج ہیں، اتر پردیش میں ہی ایسے ہزاروں مدارس ہیں جو پرائیویٹ طور پر غریب بچوں کو دینی تعلیم فراہم کرنے کے لئے کوشاں رہے ہیں لیکن حکومت کی منفی پالیسیوں سے نہ صرف ان مدارس کا نظام متاثر ہوا بلکہ لوگ خوف، خدشوں اور اندیشوں میں بھی مبتلا ہوئے، رہی سہی کسر کورونا جیسی مہلک وبا نے پوری کردی ہے، کورونا کی وجہ سے عام آدمی کا کاروبار متاثر ہوا تو عوامی چندوں سے چلنے والے مدارس پر بھی منفی اثرات مرتب ہوئے نتیجہ یہ ہوا سینکڑوں مدارس بند ہی ہو گئے بہت سے بند ہونے کی کگار پر ہیں صلاح الدین یہ بھی کہتے ہیں کہ پرائیویٹ مدارس تو بدحالی کی گرفت میں ہیں ہی، گرانٹ شدہ مدارس کے اساتذہ کی تنخواہیں ہی چھ چھ مہینے سے نہیں ملی ہیں لوگ گہار لگاتے لگاتے تھک چکے ہیں لیکن تنخواہوں کی بحالی کا یقینی بنانے کے بجائے ان کے خلاف مختلف قسم کی جانچیں کرائی جاتی ہیں کبھی اصلی اور نقلی مدارس میں الجھایا جاتا ہے کبھی نقلی اسناد کے نام پر ہونے والی تقرری کو بنیاد بناکر مدرسین کو زدوکوب کیا جاتا ہے تو کبھی مین اسٹریم کے نام پر بنیادی ڈھانچے اور مقصد کو تباہ کیا جاتا ہے۔۔

معروف صحافی اور دانشور عامر صابری کہتے ہیں کہ مشرقی اتر پردیش میں کچھ مدارس صرف کاغذوں پر چل رہے ہیں اور صابری یہ الزام بھی عائد کرتے ہیں کہ یہ مادارس حکومت کے ذمہدار افسروں کی مدد سے آر ایس ایس کے لوگ چلا رہے ہیں جو حکومت سے اساتذہ کی تنخواہوں اور دیگر اخراجات کے نام پر رقم وصول کرتے ہیں لیکن ایسے مدارس چلانے والے لوگوں کے خلاف نہ کارروائی ہوتی ہے اور نہ انہیں روشنی میں لایا جاتا ہے۔ بدنامی اسلام اور اہل اسلام کی ہوتی ہے اور ساتھ ہی اسلام مخالف طاقتوں کے ناپاک منصوبے بھی کامیاب ہوجاتے ہیں۔ صلاح الدین کہتے ہیں کہ قومی یکجہتی اور حب الوطنی کا سبق پڑھاکر ملک پر قربان ہونے کے جذبے کو جزوِ ایمان قرار دینے والے مدارس کو جب مشکوک نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے جب شک کی بنیاد پر اہل مدارس کے ساتھ ناروا سلوک کیا جاتا ہے تو محسوس ہوتا ہے کہ ہماری کمزوریوں اور مجبوریوں کا فائدہ فرقہ پرست طاقتیں اٹھا رہی ہیں اور برسر اقتدار لوگ ان کی پشت پناہی کررہے ہیں۔

اہم بات یہ ہے کہ حکومت کے عمل سے لوگ اتنے خوف زدہ اور مجبور۔ ہیں کہ اب زبان کھولتے ہوئے بھی ڈرنے لگے ہیں اگر اس صورت حال کو تبدیل نہ کیا گیا مدارس اسلامیہ کے قیام کا بنیادی مقصد ہی فوت ہوجائے گا۔ از: **طارق قمر**

صدائے بازگشت

آپ نے لکھا اور خوب لکھا

السلام علیکم، حضرت۔۔۔آپ نے معارف مخدوم اشرف جلد اول پر اپناگراں قدر تبصرہ فرماکر مجھے شکریہ کاموقع دیا، بہت دن بعد مجھے اس تبصرے کی خبر ہوئی تھی، اور اس کے بھی کئی دن بعد میں اسے دیکھ پایا۔ آپ نے لکھا، خوب لکھا، بڑی خوشی ہوئی کہ آپ نے اس کام کو پسند کیا، آپ کی سرپرستی اور آپ ہی حضرات کی حوصلہ افزائی اور دعاؤں کا نتیجہ ہے کہ راقم سمیت ہزاروں افراد کام کرنے کی طاقت جٹا رہے ہیں۔

آپ نے جن سوالوں کو اٹھایا ہے ان شاءاللہ تعالی، اس پر معارف جلد دوم میں روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔

آپ کامقالہ جو اگست میں شائع ہوا، وہ حال ہی میں ایک کرم فرمانے مجھے اسکین کرکے ارسال کیا، کافی تفصیلی تھا اور میں اسے معارف مخدوم اشرف کی جلد دوم میں شامل کرنے کی سعادت حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اب آپ نے اس کی دوسری قسط ارسال فرمائی، جزاک اللہ خیرا۔۔۔آپ کا اپنا: بشارت علی صدیقی

چند جوابی جملے:

محترم المقام بشارت علی صدیقی زید مجدہ

وعلیم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔۔۔مزاجِ گرامی

آپ بڑی دل جمعی کے ساتھ قدیم وجدید کتابوں کی اشاعت کررہے ہیں، ان شاءاللہ تعالیٰ تاریخ میں آپ کے خاص حوالے کے ساتھ انھیں یادرکھا جائے گا۔ معارف مخدوم اشرف پر ہماری کج مج تحریر کو آپ نے پسند فرمایا، اس کا شکریہ۔ ہم نے اپنے مضمون کے تعلق سے کچھ تحریر کیا مگر شاید آپ نے ابھی دیکھا نہیں۔ باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔

والسلام مع الاکرام۔ آپ کا اپنا۔۔احقر، مصباحی عفی عنہ

غلطی کی تصحیح ضروری ہے

مولانا محمد اعظم مصباحی مبارک پوری۔۔۔السلام علیکم

ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور بابت ماہ جولائی 2021ء، صفحہ 8 پر آپ کی تخریج سے حضور عزیز ملت دامت برکاتہم کا خطابی بین شائع ہوا ہے۔ اس میں ایک حدیث ہے، طلب العلم فریضة علیٰ مسلم و مسلمة۔

اس کا حوالہ ابنِ ماجہ کا ہے، میں نے ابنِ ماجہ حدیث 224 دیکھی، اس میں لفظ مسلمہ نہیں ہے۔

اگرچہ یہ لفظ زبان زد ہے، تقریر اور بیان میں ایسی غفلت اور تسامح پر تعجب نہیں، تخریج میں اس کا اضافہ عجیب تر ہے۔ امید ہے کہ آئندہ شمارے میں اس کی تصحیح شائع کردیں گے۔ چوں کہ یہ غلطی عامۃ الورود ہے اس لیے اس کی تصحیح ضروری ہے۔ یہ ماہ نامہ الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی ترجمان ہے، اس لیے بھی اس کی صراحت ہوجانا ضروری ہے۔

والسلام۔۔۔محمد عبدالمبین نعمانی، چریاکوٹ مئو

مدارسِ اسلامیہ اور موجودہ حکومت کا طرزِ عمل

مدارس اسلامیہ کے ساتھ موجودہ حکومت کا جو طرز عمل ہے اس سے مدارس سے جڑے لوگ اس احساس میں مبتلا ہونے لگے ہیں کہ رفتہ رفتہ صرف مدارس کے بنیادی تعلیمی نظام کو ہی تبدیل نہیں کیا رہا ہے بلکہ وہ مقاصد بھی فوت ہورہے ہیں جن کے حصول کے لیے مدارس کا قیام عمل میں آیا تھا۔

مدارس اسلامیہ سے منسلک ایک مخصوص طبقہ اس خیال کی ترجمانی بھی کررہا ہے کی سرکاری سطح ہر کی جانے والی مداخلت اور رہ رہ کر جاری کی جانے والی ہدایات سے لوگوں میں یہ احساس پنپ رہا ہے کہ وہ دین سے دور بھی ہو رہے ہیں اور انہیں دنیاوی مراعات وسہولیات بھی حاصل نہیں ہورہی ہیں آل انڈیا جمعیت القراء کے صدر قاری محمد یوسف کہتے ہیں کہ موجودہ اقتدار میں مدارس کا نظام جتنی بری طرح متاثر ہوا ہے تاریخ میں ایسی دوسری کوئی نظیر نہیں ایک منصوبہ بند سازش کے تحت مختلف بنیادوں پر مدارس اسلامیہ کو نشانہ بنایا جارہا ہے، کبھی دہشت گردی کے نام پر کبھی تعلیمی نظام کو بہتر بنانے اور جدید کاری کے نام پر مدارس میں کیمرے لگائے جاتے ہیں کبھی غیر اردو داں لوگوں کو مدرسین کا مجاز ٹھہرا کر نا اہل لوگ بنام مدرس حکومت کے مقاصد حاصل کرنے کے لئے متعیّن کیے جاتے ہیں تو کبھی ماڈرنائزیشن کے نام پر بچوں پر وہ نصاب لاد دیا جاتا ہے جس کا مدارس کے ذمہداران نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔

معروف سماجی وسیاسی رہنما صلاح الدین مسّن کہتے ہیں کہ وہ مدارس جو عوامی چندے سے ہزاروں بچوں کی کفالت کررہے تھے یتیم بچوں کی تعلیم کے بندوبست کررہے تھے۔۔(باقی ص:54 پر)

خیر وخبر

عبادت خانوں اور تعلیمی اداروں کو کھولا جائے

تقریباً پورے ہندوستان میں معاملات آہستہ آہستہ سدھار پر ہیں۔ کام کاج اور کاروبار منزل کی طرف رواں دواں ہے۔ بس، ٹرین، ہوٹل، میدان اور شادی ہال وغیرہ میں ازدحام اور کرونا گائیڈ لائن کی دھجیاں سرعام اڑائی جاری ہیں، سڑکوں پر احتجاجات کی کثرت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے۔ عوام کے ساتھ وہ حضرات جن کا شمار وی آئی پی زمرے میں ہوتا ہے وہ بھی کرونا گائیڈ لائن پر عمل نہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، مگر جتنی پابندیاں ہیں وہ عبادت خانوں اور تعلیمی اداروں پر ہیں۔ لوگ بے عمل اور بچے جو ہمارے روشن مستقبل ہیں وہ بے علم و تربیت کے ہوتے جارہے ہیں۔ اکثر بچوں نے اپنا رشتہ تعلیم سے توڑ لیا ہے۔ اور وہ دوسری لائن جوائن کر چکے ہیں۔ یا وہ حالات کو دیکھتے ہوئے کام کاج سے لگ گئے ہیں۔ جن بچوں کو دسویں میں بنا امتحان دیے پاس کر دیا گیا ہے ان میں سے بھی ایک خاص تعداد آگے کی تعلیم کے لیے تیار نہیں ہے۔ اگر ایسے ہی کرونا کی لہروں کے انتظار و امکان میں ہمارے تعلیمی ادارے بند رہے تو ہر طرف جہالت ہی جہالت کا دور دورہ ہوگا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ سب سے پہلے عبادت خانوں اور تعلیمی اداروں کو کھولا جاتا۔ تاکہ دعا کی برکت سے کرونا ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ دوسری بلائیں بھی ہمارے ملک سے ختم ہو جاتی مگر افسوس صد افسوس کہ سب کچھ کھولا جارہا ہے اور اس کو بند رکھا گیا ہے۔ یہ بالکل غیر مناسب اور غلط ہے۔ حکومت کو اس بارے میں نہایت سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہیے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ملک کی دوسری ریاستوں کے مقابل پابندیاں یہاں مہاراشٹر میں بہت زیادہ ہیں۔ عبادت خانوں اور تعلیمی اداروں پر معاملہ سمجھ سے باہر ہے۔ اس سے لوگوں میں حکومت کے تئیں بدگمانیاں اور چہ می گوئیاں زیادہ ہو رہی ہیں۔ حالاں کہ عبادت خانوں اور تعلیمی اداروں میں سب سے زیادہ کرونا گائیڈ لائن پر عمل ہوتا ہے۔ اور عبادت کرنے والے کے ساتھ اسکول و کالج کے بچے بھی زیادہ بلا و وبا سے محفوظ رہ سکتے ہیں مگر فیصلہ اس کے متعلق کیوں نہیں ہو رہا ہے۔ تعجب ہے۔ میری ارباب اقتدار سے گذارش ہے کہ اس جانب توجہ مرکوز کریں اور اس کا بہترین حل نکالیں۔

از: **مفتی محمد منظر حسن خاں اشرفی مصباحی**
بانی عالمی سنی صوفی تحریک (الہند)

عرس حضور فخر بہار

مؤرخہ 5 صفر المظفر 1443 بروز پیر حضور فخر بہار و نواسہ حضور محدث اعظم بہار حضرت علامہ مولانا الحاج محمد نسیم الدین رضوی علیہ الرحمہ نائب مہتمم جامعہ قادریہ مقصود پور اورائی مظفر پور بہار کے پہلے عرس کے موقع پر دارالعلوم قادریہ غوثیہ مرغیا چک سیتامڑھی بہار میں بعد نماز فجر قرآن خوانی کا اہتمام اور بعد نماز مغرب محفل پاک کا انعقاد کیا گیا جس میں دارالعلوم ھذا کے اساتذہ کرام اور طلبا نے شرکت کی طلبائے ادارہ نے نعت و منقبت کے اشعار پڑھ کر حضور فخر بہار کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا۔ اخیر میں قاضی شریعت حضرت مفتی محمد اسلم القادری صدر المدرسین دارالعلوم ہذا نے حضور فخر بہار کی ذات اور ان کے فضل و کمال کا اظہار کرتے ہوئے ان کی زندگی کے کچھ نمایاں پہلو سامعین کے سامنے بیان کئے پھر صلوۃ و سلام اور حضرت مفتی محمد اسلم القادری صاحب کی دعا پر یہ پروگرام اختتام پزیر ہوا

اس پروگرام میں حضرت حافظ و قاری محمد نورانی رضوی و حضرت مفتی محمد سرفراز عالم رضوی و حضرت مولانا محمد اسمٰعیل رضوی وغیرہم نے شرکت کی۔۔۔

از۔۔ **شاداب انور مرکزی**
مدرس۔۔ دارالعلوم قادریہ غوثیہ مرغیا چک سیتامڑھی بہار

R.N.I. No. 29292/76
Regd. No. AZM/N.P.2

October 2021

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur Azamgarh (U.P.) 276404 (INDIA) Ph. (o5462) 250149, 250092, Fax-251448

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور

اہلِ سنت و جماعت میں محتاجِ تعارف نہیں، اس کی دینی، علمی اور تعلیمی خدمات ہر طرف روشن ہیں، تعلیمی اور تعمیری امور سے متعلق بے پناہ ضرورتیں سامنے ہیں، آپ حضرات سے گذارش ہے کہ حسب ذیل ذرائع سے اپنی رقوم ارسال فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل آپ کو دارین کی سعادتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین

عبد الحفیظ عفی عنہ
سربراہِ اعلیٰ
الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ (یوپی)

(Tel.) - 05462-250092 (Mob. No.) 9450109981 Mahnama Ashrafia: 05462-250149
Fax No. 05462-251448 (Mumbai Office) 022-23726122
(Delhi Office) Tel. 011-23268459, Mob.No. 9911198459
www.aljamiatulashrafia.org Email: info@aljamiatulashrafia.org

(For Education)

(1) Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Central Bank of India
A/C 3610796165
IFSC. Code: CBIN 0284532

(2) Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Union Bank of India
A/C 303001010333366
IFSC. Code: UBIN 0530301
Branch Code: 530301

(3) Darul Uloom Ahle Sunnat
Madrasa Ashrafia Misbahul Uloom
Oriental Bank of Commerce
A/c 05752010021920
IFSC. Code: ORBC 0100575
SWIFT Code: ORBCINBBIBD

(For Construction)

(1) Aljamiatul Ashrafia
Central Bank of India
A/c 3610803301
IFSC. Code: CBIN 0284532

(2) Aljamiatul Ashrafia
Union Bank of India
A/c 303002010021744
IFSC. Code: UBIN 0530301
Branch Code: 530301

(3) Aljamiatul Ashrafia
Oriental Bank of Commerce
A/c 05752010021910
IFSC. Code: ORBC 0100575
SWIFT Code: ORBCINBBIBD

(3)- FCRA. Registration No.- 136250051
Nature:- Educational Social
Darul Uloom Ahle Sunnat Madarsa Ashrafia Misbahul Uloom
Oriental Bank of Commerce- A/C 05752010031950
IFSC. Code ORBC 0100575, SWIFT Code. ORBCINBBIBD

(1)- Exempted u/s 80G, (5) (VI), of Income Tax Act. 1961, Vide File No. Aa.Ayukt/Gkp/80G, Redg. S.No. 178/2011-12 Dt. 30/8/2011 w.e.f A.Y 2012-13 (F.Y.2011-12)
(2)- Exempted u/s 12A, Vide Letter No. 177/2011-12